شذرات

طلاق کے غلط طریقے — جاوید احمد غامدی — ۲

قرآنیات

الانعام (۶) — جاوید احمد غامدی — ۵

معارف نبوی

صلۂ رحمی — محمد رفیع مفتی — ۱۱

سیر و سوانح

حضرت زبیر بن عوام — وسیم اختر مفتی — ۱۹

نقطۂ نظر

جماعت صحابہ کی خصوصی حیثیت (۴) — محمد عمار خان ناصر — ۲۹

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

طلاق کے غلط طریقے

اسلامی شریعت میں بیوی کو طلاق دینے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے، اُس کی رُو سے کسی شخص کو حق نہیں کہ وہ عدت کا لحاظ کیے بغیر بیوی کو طلاق دے، اشتعال کی حالت میں طلاق طلاق کے الفاظ منہ سے نکال دے، طلاق پر گواہ نہ بنائے، بیوی ایام سے ہو یا کسی طہر میں اُس سے ملاقات ہو چکی ہو اور طلاق کا فیصلہ سنا دے، ایک ہی وقت میں دو طلاق یا تین طلاق کے الفاظ زبان سے کہہ دے یا لکھ کر بھیج دے۔ یہ سب طریقے سخت ناپسندیدہ ہیں۔ اِن میں سے جو چیز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے سامنے کسی شخص سے صادر ہوئی، آپ نے اُس پر سخت ناراضی کا اظہار کیا ہے، یہاں تک کہ ایک موقع پر فرمایا: کیا اللہ کے قانون سے کھیلا جائے گا، دراں حالیکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں؟*

اِس کے باوجود صورت حال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں نوے فیصد لوگ طلاق دیتے وقت اِنھی جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ گذشتہ تیس برس کی پبلک زندگی میں طلاق کے جتنے معاملات بھی سامنے آئے، ایک دو کو چھوڑ کر طلاق دینے والوں نے اِن میں سے کسی نہ کسی جرم کا ارتکاب ضرور کیا تھا۔ یہ چیز نہایت تشویش ناک ہے۔ لیکن کیا اِس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ جان بوجھ کر خدا کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اُنھیں حرام وحلال کی کوئی پروا نہیں رہی؟ وہ خدا سے بے خوف ہو چکے ہیں؟ اُنھیں اِس بات کا کوئی احساس نہیں ہے کہ ایک دن خدا کے حضور میں جواب دہ ہونا ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ لوگ اِن جرائم کے مرتکب اِس لیے نہیں ہوتے کہ خدا کے مقابلے میں سرکشی پر آمادہ ہیں، بلکہ بالکل نادانستہ اِن کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً، اُن کی

---

* نسائی، رقم ۳۴۳۰۔

ایک بڑی تعداد اِس بات سے واقف ہی نہیں ہوتی کہ خدا کی شریعت میں یہ چیزیں ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ ثانیاً، علما و فقہا نہ صرف یہ کہ اِن جرائم پر لوگوں کو متنبہ نہیں کرتے، بلکہ اِس طریقے سے دی گئی ہر طلاق کو نافذ بھی کر دیتے ہیں۔ ثالثاً، طلاق دینے والا کسی وثیقہ نویس، نکاح رجسٹرار یا کسی وکیل کے پاس جائے اور طلاق کی دستاویز لکھوائے تو وہ بھی اِن میں سے کسی چیز کا لحاظ کیے بغیر ایک ہی وقت میں تین طلاق کی دستاویز لکھ کر اُس کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ چیز اتنی عام ہو چکی ہے کہ آپ شاذ کسی ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جس نے خدا کی شریعت کے مطابق اور اُس کے مقرر کردہ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے طلاق دی ہو۔

اِس کے نتائج بھی نہایت افسوس ناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں جو مصالح ملحوظ ہیں، وہ سب برباد ہو جاتے ہیں۔ رجوع، موافقت اور گھر کو تباہی سے بچانے کے سب مواقع ختم ہو جاتے ہیں۔ بچوں، بڑوں اور دوست احباب کسی کے لیے مصالحت کرانے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ خاندانوں میں مستقل طور پر جھگڑوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ لوگ اپنے کیے کی تلافی کے لیے علما سے رجوع کریں تو اُنھیں حلالے کا مشورہ ملتا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اُس کے کرنے والے اور کرانے والے، دونوں پر خدا کی لعنت ہے*۔ غرض یہ کہ دو لفظ زبان سے نکلتے ہیں اور ساری عمر کے پچھتاووں کا باعث بن جاتے ہیں۔

اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

۱۔ علما و فقہا اپنے خطبات جمعہ میں، اپنی مجالس وعظ و تذکیر میں، اپنے دروس تعلیم و تربیت میں ہر جگہ لوگوں کو اِن غلطیوں پر متنبہ کریں، اِن کی شناعت بتائیں، اِن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تواتر کے ساتھ اُن کے سامنے رکھیں اور اُنھیں بتائیں کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ صرف یہ ہے کہ ہمیشہ ایک طلاق دی جائے اور جب دی جائے، ٹھنڈے دل و دماغ سے، سوچ سمجھ کر، دو گواہوں کی موجودگی میں، عدت کے حساب سے اور حیض سے فراغت کے بعد بیوی سے زن و شو کا تعلق قائم کیے بغیر دی جائے۔

۲۔ نکاح نامے کی طرح حکومت کی طرف سے ایک معیاری طلاق نامہ شائع کر کے نکاح رجسٹرار کے پاس رکھوا دیا جائے اور لوگوں کو پابند کیا جائے کہ وہ اُسی کو پر کر کے طلاق دیں۔ جو شخص اِس کی خلاف ورزی کرے، اُسے لازماً کوئی سزا دی جائے۔

۳۔ علما و فقہا اور عدالتیں غلط طریقے سے دی گئی طلاق کو نافذ قرار دینے کے بجاے وہی طریقہ اختیار کریں جو

---

* ابن ماجہ، رقم ۱۹۳۶۔

اِس طرح کے مقدمات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔ اِن میں سے دو نہایت اہم ہیں۔

پہلا مقدمہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اُنھوں نے ایام حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ اِسے سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: اِسے حکم دو کہ رجوع کرے، پھر اپنی زوجیت میں روکے رکھے، یہاں تک کہ وہ پاک ہو، پھر حیض آئے، پھر پاک ہو۔ اِس کے بعد چاہے تو روک لے اور چاہے تو ملاقات سے پہلے طلاق دے دے۔ اِس لیے کہ یہی اُس عدت کی ابتدا ہے جس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائی ہے*۔

دوسرا مقدمہ رکانہ بن عبد یزید کا ہے۔ روایتوں کو جمع کرنے سے واقعے کی جو صورت سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں۔ پھر نادم ہوئے اور اپنا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پوچھا: طلاق کس طرح دی ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا: ایک ہی وقت میں بیوی کو تین طلاق دے بیٹھا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ارادہ کیا تھا؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ ارادہ تو ایک ہی طلاق دینے کا تھا۔ آپ نے قسم دے کر پوچھا اور اُنھوں نے قسم کھالی تو آپ نے فرمایا: یہ بات ہے تو رجوع کر لو۔ یہ ایک ہی طلاق ہوئی ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا: لیکن میں نے تو، یا رسول اللہ، تین طلاق کہا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں، تم رجوع کر لو، یہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت کے لحاظ سے طلاق دو**۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

---

* بخاری، رقم ۵۲۵۱۔ مسلم، رقم ۳۶۵۷۔

** ابوداؤد، رقم ۲۱۹۶، ۲۲۰۶۔ ابن ماجہ، رقم ۲۰۵۱۔ ترمذی، رقم ۱۱۷۷۔ احمد، رقم ۲۳۸۳۔ یہ روایتیں سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، لیکن اِن کو جمع کیا جائے تو ضعف کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانعام

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ، وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ مِنۡ حِسَابِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ، وَّلٰکِنۡ ذِکۡرٰی

(اِنھیں اب اِن کے حال پر چھوڑو) اور جب دیکھو[۷۸] کہ ہماری آیتوں پر نکتہ چینیاں[۷۹] کر رہے ہیں تو اِن سے کنارہ کش ہو جایا کرو، یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان بھلا دے تو غلطی کا احساس ہو جانے کے بعد اِن ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔[۸۰] اِن کے حساب کی کوئی ذمہ داری اُن

۷۸؎ یہ خطاب اگرچہ واحد کے صیغے سے ہے، لیکن آگے کی آیتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اِس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہدایت کی گئی ہے کہ دعوت و تبلیغ کے مقصد سے بھی اُن لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھے رہیں جو خدا کے دین اور اُس کے پیغمبر کا مذاق اڑانے میں لگے ہوئے ہوں۔

۷۹؎ اصل میں لفظ 'یَخُوۡضُوۡنَ' آیا ہے۔ یہ اُس سخن گستری کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا مقصد کسی بات کو ہنسی، دل لگی اور مذاق میں اڑا دینا ہو۔

۸۰؎ اِس ہدایت کے دو پہلو ہیں اور دونوں نہایت اہم ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

لوگوں پر نہیں ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ البتہ، یاددہانی اُن کا فرض ہے تاکہ یہ بھی ڈرنے والے بن جائیں[۸۱]۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جنھیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں

''ایک تو یہ کہ یہ رویہ اُس حکمت دعوت کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تبلیغ کے لیے پسند فرمائی ہے۔ جس وقت کسی گروہ پر کسی چیز کی مخالفت، اُس کی تضحیک اور اُس کی تردید کا بخار چڑھا ہوا ہو اور بخار کی شدت سے مریض کی کیفیت ہذیانی ہو رہی ہو، عین اُسی حالت میں اُس کے سامنے اُس چیز کو پیش کرنا گویا اُس کے بخار اور ہذیان، دونوں کو مزید بڑھا دینا ہے۔ اگر کوئی معالج مریض کی بیماری ہی میں اضافہ چاہتا ہو تو وہ تو آزاد ہے جو چاہے کرے، لیکن کوئی مہربان طبیب جو مریض کی صحت کا خواہاں ہے، وہ کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ اِسی رعایت احوال کے پیش نظر یہاں مسلمانوں کو ہدایت ہوئی کہ جب تم دیکھو کہ یہ اسلام کے مخالفین قرآن کا مذاق اڑانے پر تلے ہوئے، طنز و تضحیک کے ترکش سنبھالے ہوئے اور مخالفت کے لیے آستین چڑھائے ہوئے ہیں تو اُس وقت طرح دے جاؤ اور کسی ایسے وقت کا انتظار کرو، جب یہ بحرانی کیفیت ذرا دور ہو جائے تو اُس وقت اُن کو سنانے اور سمجھانے کی کوشش کرو۔

دوسرا یہ کہ یہ اُس غیرت حق کے منافی ہے جو اہل ایمان کے اندر ہوتی ہے یا ہونی چاہیے۔ اگر کوئی شخص یا گروہ علانیہ خدا اور رسول کے خلاف بکواس کرتا ہے تو اُس سے لڑنا بھی ایک داعی کے لیے غلط، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور خاموش رہنا بھی غلط، اِس لیے کہ اِس سے وہ حمیت حق مجروح ہوتی ہے جو علامت ایمان ہے اور جس کا ضعف بالآخر درجہ بدرجہ آدمی کو اُس نفاق میں مبتلا کر دیتا ہے جس میں مبتلا ہو جانے کے بعد اللہ، رسول، قرآن اور شریعت ہر چیز کی توہین و تذلیل وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہے، لیکن اُس کو ایسا سانپ سونگھ جاتا ہے کہ زبان کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۷۷)

۸۱۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تبلیغ و دعوت کو کس درجے میں اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ چنانچہ اُنھیں اطمینان دلایا ہے کہ مواخذہ اِس بات پر تو ضرور ہوگا کہ جنھیں تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا، اُنھوں نے لوگوں کو تبلیغ و تذکیر کی یا نہیں، لیکن اِس بات پر ہرگز کوئی مواخذہ نہ ہوگا کہ لوگوں نے ہدایت قبول کیوں نہیں کی۔ لہٰذا محض اِس وجہ سے مذاق اڑانے والوں کی مجلس میں بیٹھے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اُنھیں ہر حال میں بات سمجھا کر ہی اٹھنا ہے۔ یاددہانی کرنا یقیناً فرض ہے، مگر اپنے آپ کو لوگوں کی ہدایت و ضلالت کا ذمہ دار سمجھ کر اُن کے درپے ہونا کسی پر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ، لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ، وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ

ڈال دیا ہے۔[۸۲] اُنھیں چھوڑو اور اِس قرآن کے ذریعے سے یاددہانی کرتے رہو کہ کہیں کوئی شخص اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہلاکت کے حوالے نہ کر دیا جائے۔[۸۳] اور وہ بھی اِس حال میں کہ اللہ کے آگے نہ اُس کا کوئی حامی و مددگار ہو اور نہ سفارش کرنے والا، اور اگر ہر معاوضہ بھی دے تو اُس سے قبول نہ کیا جائے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہلاکت کے حوالے کیے جائیں گے۔ جس کفر کا ارتکاب اِنھوں نے کیا ہے، اُس کی پاداش میں اِن کے لیے کھولتا ہوا پانی اور ایک دردناک عذاب ہے۔[۸۴] ۶۸-۷۰

اِن سے پوچھو: کیا ہم اللہ کے سوا اُنھیں پکاریں جو ہمیں نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان[۸۵]؟ اور اِس

فرض نہیں ہے۔

۸۲؎ یہ اُن کی شرارت کا اصل سبب بتایا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...اُن کا اصلی مغالطہ یہی ہے کہ جب ہماری زندگی کامیاب ہے تو ہمارا رویہ بھی لازماً صحیح ہے۔ وہ اِسی دنیا کی زندگی کو کل کی زندگی سمجھے بیٹھے ہیں اور یہ زندگی چونکہ جزا و سزا کے اصول پر نہیں چل رہی ہے، بلکہ امتحان و آزمایش کے اصول پر چل رہی ہے، یہاں حق کے ساتھ خدا نے باطل کو بھی ڈھیل دے رکھی ہے، اِس وجہ سے وہ اپنی خواہشوں کی پیروی میں باطل ہی کو اپنا دین بنا بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی زندگی اور یہی رویہ صحیح ہے اور قرآن اُن کو جس انجام سے خبردار کر رہا ہے، وہ محض ایک موہوم ڈراوا ہے۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۸۰)

۸۳؎ اصل میں 'اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ' کے الفاظ آئے ہیں۔ 'اَنْ' سے پہلے 'مخافة' یا اِس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ اِن میں عربیت کے قاعدے سے حذف ہو گیا ہے۔

۸۴؎ اصل الفاظ ہیں: 'لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ'۔ یعنی پہلی ضیافت ماءِ حمیم سے ہو گی، پھر عذاب الیم کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ سورۂ واقعہ (۵۶) کی آیت ۹۳ میں قرآن نے اِس کی تصریح کر دی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اِذۡ هَدٰنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسۡتَهۡوَتۡهُ الشَّيٰطِيۡنُ فِی الۡاَرۡضِ حَيۡرَانَ لَهٗۤ اَصۡحٰبٌ يَّدۡعُوۡنَهٗۤ اِلَى الۡهُدَى ائۡتِنَا، قُلۡ: اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى، وَاُمِرۡنَا لِنُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنۡ اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوۡهُ، وَهُوَ الَّذِیۡۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾

کے بعد بھی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت بخش دی ہے، کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں[۸۶]؟ اُس شخص کی طرح جسے شیطانوں[۸۷] نے بیابان[۸۸] میں حیران و سرگشتہ چھوڑ دیا ہو، دراں حالیکہ اُس کے ساتھی اُسے راہ ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ[۸۹]۔ کہہ دو: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو رب کائنات کے حوالے کر دیں[۹۰] اور (حکم دیا گیا ہے) کہ نماز کا

۸۵؎ جن چیزوں کے نفع و نقصان کی نفی کی گئی ہے، اُن کے لیے اصل میں لفظ 'مَا' آیا ہے۔ یہ اُن کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے۔

۸۶؎ یعنی اِس سے پہلے اگر کسی گمراہی میں مبتلا رہے تو اُس کے لیے کچھ عذر ہو سکتا تھا، لیکن اب اگر اُسی حماقت کا ارتکاب کریں تو خدا کے حضور میں کیا عذر پیش کریں گے؟

۸۷؎ یعنی شیاطین جن و انس۔ حیران و سرگشتہ چھوڑ دینے کی نسبت اِن کی طرف اِس لیے کی گئی ہے کہ ایمان و اخلاق کی گم گشتگی کو یہی اُس درجے تک پہنچاتے ہیں جس کا ذکر تمثیل میں ہوا ہے۔

۸۸؎ اصل میں لفظ 'اَلۡاَرۡض' استعمال ہوا ہے جس کے معنی زمین کے ہیں، لیکن قرینہ موجود ہو تو اِس سے زمین کا کوئی خاص حصہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔ یہاں گم گشتگی کی تمثیل بیان ہو رہی ہے، اِس لیے صحرا اور بیابان مراد ہے، جہاں راہ بھٹکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۸۹؎ یہ اُنھی لوگوں کی تمثیل ہے جن کا رویہ زیر بحث ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''اِس تمثیل کا اسلوب اگرچہ بظاہر ایک عمومی تمثیل کا ہے، لیکن غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت یہ اُن مخالفین اسلام کی تمثیل ہے جو یہاں زیر بحث ہیں۔ اِس تمثیل میں اُن کے سامنے یہ بات رکھی گئی ہے کہ تم صحرا میں بھٹکتے ہوئے مسافر کی مانند ہو، شیاطین اور گمراہ لیڈروں نے تمھاری مت ماردی ہے اور تمھارے کچھ راہ یاب ساتھی (اشارہ اہل ایمان کی طرف ہے) تمھیں اصل راہ کی طرف بلا رہے ہیں، لیکن تم اُن کی پکار نہیں سن رہے ہو۔''

(تدبر قرآن ۳/۸۲)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ، وَیَوْمَ یَقُوْلُ: کُنْ فَیَکُوْنُ، قَوْلُهُ

اہتمام کرو اور اُس سے ڈرتے رہو۔[91] وہی ہے جس کے حضور میں تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے[92] اور وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو برحق پیدا کیا ہے۔[93] جس دن کہے گا کہ (حشر برپا) ہو جائے تو ہو جائے گا۔

---

۹۰ اِس لیے کہ جب وہ عالم کا پروردگار ہے تو وہی حق دار ہے کہ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کیا جائے۔

۹۱ پیچھے فرمایا ہے: 'وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'۔ یہ ٹکڑا بھی اُسی کے تحت ہے، لیکن اسلوب غائب کے بجاے حاضر کا ہو گیا ہے۔ اِس سے مقصود یہ ہے کہ کلام میں براہ راست خطاب کا زور پیدا ہو جائے۔

۹۲ نماز اور تقویٰ کے بعد یہ توحید اور آخرت کا ذکر بھی ہے اور اُن کی دلیل بھی۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کا اہتمام اور حدود الٰہی کا احترام اِس لیے ضروری ہے کہ ایک دن خدا کے آگے حاضر ہونا ہے۔

۹۳ یہ پچھلے جملے کی دلیل ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''آسمان و زمین میں خالق کی قدرت، حکمت اور ربوبیت کے جو آثار و دلائل موجود ہیں، وہ اِس حقیقت پر شاہد ہیں کہ یہ کارخانہ کسی کھلنڈرے کا کھیل نہیں ہے جو اُس نے محض اپنا جی بہلانے کے لیے بنایا ہو، بلکہ یہ ایک قدیر، علیم، حکیم اور رحمٰن و رحیم ذات کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ اگر یہ یونہی چلتی رہے، اِس کے اندر جو ظلم ہے، اُس کے انصاف کے لیے کوئی دن نہ آئے، جو عدل ہے، اُس کی داد کا کوئی وقت نہ آئے، اِس کے اندر جو برے، شریر اور نابکار ہیں، اُن کو کوئی سزا نہ ملے، جو نیک، حق شناس اور عدل شعار ہیں، اُن کو اُن کی نیکیوں کی جزا نہ ملے تو اِس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ سارا کارخانہ بالکل عبث، بے غایت اور باطل ہے جس کے بنانے والے کے نزدیک خیر اور شر، ظلم اور عدل، حق اور باطل میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ یہ بات انسان کی عقل و فطرت کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتی، اِس لیے کہ جس خالق کی خلقت کے ہر گوشے میں اُس کی حکمت، قدرت، رحمت اور ربوبیت کے آثار موجود ہیں اور اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ انسان کسی طرح اُن کا احاطہ نہیں کر سکتا، اُس کی نسبت وہ کس طرح یہ باور کر لے کہ اُس کو ہماری نیکی بدی اور ہمارے عدل و ظلم سے کوئی بحث نہیں ہے۔ اگر بحث ہے اور ضرور بحث ہے، اِس لیے کہ یہ بحث نہ ہو تو یہ دنیا بالکل کھیل، بلکہ نہایت ظالمانہ کھیل بن کے رہ جاتی ہے تو اِس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اِس دنیا کے لیے ایک یوم انصاف آئے جس میں خدا کی کامل رحمت اور اُس کی کامل حکمت ظاہر ہو اور ہر نیکی اپنا صلہ پائے اور ہر بدی اپنی سزا۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۸۳)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الْحَقُّ، وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ، عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴿۷۳﴾

اُس کی بات شدنی ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا، اُس دن اُسی کی بادشاہی ہوگی۔ وہ غائب و حاضر، ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے۔[۹۴] ۷۱-۷۳

۹۴؎ اِس لیے ضروری ہے کہ اُس کا ہر فیصلہ عدل و حکمت پر مبنی ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی مغالطے میں پڑ جائے یا کسی باطل کو حق اور حق کو باطل بنا دے۔ اُس کے عدل و حکمت اور علم و خبر میں کوئی نقص نہیں ہے کہ اِس طرح کی کوئی چیز اُس سے صادر ہو جائے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

محمد رفیع مفتی

صلۂ رحمی

(۴۱)

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ. (بخاری، رقم ۵۹۸۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رحم کا تعلق رحمٰن سے جڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (رحم سے) فرمایا ہے کہ جو تجھے ملاتا ہے، میں اسے (اپنے ساتھ) ملاتا ہوں اور جو تجھے کاٹتا ہے، میں اسے (اپنے آپ سے) کاٹتا ہوں۔

(۴۲)

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰی إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ: نَعَمْ أَمَا تَرْضَیْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ: بَلٰی یَا رَبِّ قَالَ: فَهُوَ لَكِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَاقْرَءُوْا إِنْ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

شِئْتُمْ، (فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ).

(بخاری، رقم ۵۹۸۷۔ مسلم، رقم ۲۵۱۸)

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو تخلیق کیا۔ پھر جب وہ تخلیق سے فارغ ہوا تو رحم (عرش کا پایہ پکڑ کر) کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ اس کی جگہ ہے جو قطع رحمی سے تیری پناہ چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہاں، کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ میں اس سے تعلق رکھوں گا جو تیرے تعلق کو جوڑے گا اور اس سے بے تعلق رہوں گا جو تیرے تعلق کو کاٹے گا۔ رحم نے کہا کہ کیوں نہیں، اے میرے رب (میں راضی ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو یہ (مقام ومرتبہ) دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''پس اگر تم نے منہ پھیرا تو اس کے سوا تم سے کچھ متوقع نہیں کہ زمین میں فساد برپا کرو اور اپنے رحمی روابط پر چھری چلاؤ۔''*

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

(۴۳)

عَنْ أَبِى أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِى بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِى الْجَنَّةَ فَقَالَ الْقَوْمُ: مَا لَهُ مَا لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَبٌ مَا لَهُ، فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِى الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ ذَرْهَا، قَالَ: كَأَنَّهُ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ. (بخاری، رقم ۵۹۸۳)

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول، آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ لوگ (اسے دیکھ کر) کہنے لگے: اسے کیا ہو گیا

* محمد ۴۷: ۲۲۔

ہے؟ اسے کیا ہو گیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھئی اسے ہونا کیا ہے، اسے ضرورت ہے (اس لیے پوچھ رہا ہے)، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی طرف متوجہ ہو کر) کہا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ، نماز کا اہتمام کرو، زکوٰۃ دو اور صلۂ رحمی کرو۔ (تمھارا مسئلہ حل ہوا، اب) اس (کی لگام) کو چھوڑ دو، راوی کہتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ اس وقت آپ اپنی سواری پر تھے۔

(۴۴)

عَنْ أَبِی أَیُّوْبَ أَنَّ أَعْرَابِیًّا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِہٖ أَوْ بِزِمَامِھَا ثُمَّ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَوْ یَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِیْ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَمَا یُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ: فَکَفَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ أَصْحَابِہٖ ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ ھُدِیَ قَالَ: کَیْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: فَأَعَادَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلَاۃَ وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَۃَ.

(مسلم، رقم ۱۰۴)

ابوایوب (انصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک سفر کے دوران میں ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ کی اونٹنی کی رسی یا نکیل پکڑ لی۔ پھر اُس نے کہا: اے اللہ کے رسول یا کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور پھر اپنے صحابہ پر نظر ڈالی اور کہا کہ اسے توفیق دی گئی ہے یا یہ کہا کہ یہ ہدایت دیا گیا ہے۔ آپ نے اُس سے فرمایا: (پھر سے کہو) تم نے کیا پوچھا تھا؟ تو اُس نے اپنی بات دہرا دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ، نماز کا اہتمام کرو، زکوٰۃ دو اور صلۂ رحمی کرو۔ اونٹنی (کی لگام) کو چھوڑ دو۔

توضیح

ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک رحمی رشتہ و تعلق کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص رحمی رشتوں کے حقوق ادا کرے گا، وہی اپنے ساتھ خدا کے تعلق کی امید کر سکتا ہے اور جو شخص انھیں کاٹے گا تو وہ یاد رکھے کہ خدا اسے اپنے آپ سے کاٹ دے گا۔ نیز صلۂ رحمی اختیار کرنا ان اعمال میں سے ہے جو انسان کو جہنم سے دور اور جنت کے قریب کرتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

(۴۵)

قطع رحمی کی سزا

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ. (بخاری، رقم ۵۹۸۴)

جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۴۶)

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ. (مسلم، رقم ۶۵۲۱)

جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی

کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

توضیح

ان احادیث میں قطع رحمی کے جرم کی سنگینی بیان کی گئی ہے۔قطع رحمی سے یہ مراد نہیں کہ کسی آدمی سے صلۂ رحمی کے حوالے سے کچھ کوتاہیاں ہو جائیں، بلکہ یہاں قطع رحمی کرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جس نے رحمی رشتوں کے حقوق کو پامال کیا یہاں تک کے اسے خدا کی عدالت میں قطع رحمی کا باقاعدہ مجرم قرار دیا گیا، ایسے شخص کے بارے میں یہ وعید ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔رحمی رشتوں کو توڑنا بڑی سنگ دلی کی بات ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خدا کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم ہے اور اس کا مرتکب جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

(۴۷)

صلۂ رحمی کی برکات

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.

(بخاری، رقم ۵۹۸۶۔ مسلم، رقم ۶۵۲۳)

انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلۂ رحمی کرے۔

توضیح

رزق میں فراخی اور عمر میں برکت کے الفاظ زندگی کے ہر پہلو میں خدا کی رحمت اور اُس کے فضل کو بیان کرتے ہیں۔اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے قرابت داروں کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی نعمتوں میں اضافہ بھی کرتے اور اُسے ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع بھی دیتے ہیں۔

صلۂ رحمی کا کمال

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِءِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِیْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہُ وَصَلَھَا.

(بخاری، رقم ۵۹۹۱)

عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صلۂ رحمی (کا کمال) یہ نہیں کہ آدمی بدلے میں صلۂ رحمی کرے، بلکہ یہ ہے کہ آدمی قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلۂ رحمی کرے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

توضیح

یہ بات درست ہے کہ اچھے رویے کے جواب میں اچھا رویہ ہی اختیار کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ. ''نیکی کا بدلہ تو نیکی ہی ہے۔''

(الرحمٰن ۵۵: ۶۰)

لیکن اس رویے کو ہم کسی آدمی کی نیکی کا کمال نہیں کہہ سکتے۔ نیکی کا کمال یہ ہے کہ آدمی برا سلوک کرنے والے کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ. (حٰم السجدہ ۴۱: ۳۴)

''بھلائی اور برائی دونوں یکساں نہیں ہیں، تم برائی کو اُس چیز (نیکی) سے ہٹاؤ جو زیادہ بہتر ہے، تو تم دیکھو گے کہ وہی جس کے اور تمھارے درمیان عداوت ہے، وہ گویا ایک گہرا دوست بن گیا ہے۔''

یقیناً نیکی کا کمال یہی ہے کہ آدمی برائی کے جواب میں بھی نیکی ہی کرے۔

درج بالا حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ صلۂ رحمی کا کمال یہ نہیں کہ آدمی صرف انھی لوگوں کے ساتھ صلۂ رحمی کرے

جواُس کے ساتھ صلۂ رحمی کرتے ہیں، بلکہ اِس کا کمال تو یہ ہے کہ انسان اُن کے ساتھ بھی صلۂ رحمی ہی کا برتاؤ کرے جواُس کے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وسیم اختر مفتی

زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ

[''سیر و سوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت زبیر کا شجرۂ نسب یوں ہے، زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ، پانچویں جد قصی پر ان کا شجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے جا ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب حضرت زبیر کی والدہ تھیں اسے لیے ان کو ابن صفیہ بھی کہا جاتا ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کے والدان کے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ باپ کی وفات کے بعد چچا نوفل بن خویلد نے حضرت زبیر کی پرورش کی۔ حضرت صفیہ ان کو خوب پیٹتیں تو نوفل منع کرتے۔ وہ جواب دیتیں، میں اس لیے مارتی ہوں تاکہ یہ سمجھ دار ہو جائے۔ ابوعبداللہ، زبیر کی مشہور کنیت ہے تاہم ان کی والدہ انھیں ابوطاہر کے نام سے پکارتیں جو ان کے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کی کنیت تھی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، تب ان کی عمر ابن کثیر کے مطابق عمر ۱۵ سال تھی اور ابن حجر کے مطابق ۱۲ سال تھی۔ ان کا شمار پہلے ۸ مسلمانوں میں ہوتا ہے۔

قبولیت اسلام کے بعد حضرت زبیر کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تاکہ وہ کفر کی طرف لوٹ آئیں، وہ کہتے میں کفر ہرگز نہ کروں گا۔ قریش کی مار پیٹ اور ایذاؤں کا سلسلہ بڑھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان سے فرمایا: بہتر ہوا گر تم حبشہ کی سرزمین چلے جاؤ جہاں ایسا بادشاہ حکم ران ہے جس کی بادشاہی میں ظلم نہیں۔ چنانچہ آپ کے حکم پر رجب ۵ نبوی (۶۱۵ء) میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ زبیر بن عوام اس پہلے قافلے میں شامل تھے جو نصف دینار کرایہ پر کشتی لے کر بحیرۂ عرب کے راستے حبشہ گیا۔ جعفر بن ابوطالب ۸۰ افراد کے ہم راہ دوسری ہجرت میں حبشہ گئے۔ اس وقت پہلی بار ہجرت کرنے والے مہاجرین نے مکہ واپسی کا قصد کیا تھا اور ان

میں سے کچھ مکہ پہنچ بھی گئے تاہم حضرت زبیر مہاجرین کے دوسرے قافلے کے ساتھ حبشہ واپس لوٹ گئے۔ حبشہ میں کچھ وقت گزرا تھا کہ شاہی خاندان کے ایک فرد نے نجاشی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ تب مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی، اگر نجاشی کی حکومت نہ رہی تو یہ زمین بھی ان کے لیے تنگ ہو جائے گی۔ انھوں نے نجاشی کی کامیابی کے لیے دعائیں کرنا شروع کیں۔ حضرت زبیر مہاجرین میں سب سے کم سن تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کے کہنے پر چھاتی سے ہوا بھری مشک باندھی اور دریا عبور کر کے میدان جنگ جا پہنچے۔ یہاں نجاشی کی فوج باغیوں سے برسر پیکار تھی۔ اللہ کے حکم سے نجاشی کو فتح حاصل ہوئی تو حضرت زبیر اپنی چادر لہراتے ہوئے خوشی خوشی واپس لوٹے۔ اس واقعہ کے بعد نجاشی کی نظر میں مسلمانوں کا مقام بڑھ گیا۔ زبیر بن عوام ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ لوٹ آئے۔

جب مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے قتال کی اجازت مل گئی ''اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا''۔ اجازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ (سورۂ حج: ۳۹) اور انصار کے ایک قبیلے نے بیعت نصرت کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کا اذن عام دے دیا۔ سب سے پہلے ابوسلمہ مخزومی پہنچے۔ پھر بیسیوں مسلمانوں نے مدینہ کا رخ کیا، ان میں عبداللہ بن جحش، طلحہ بن عبیداللہ، عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان شامل تھے۔ زبیر بن عوام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ ہجرت کی۔ وہ اور ابوسبرہ، قبیلۂ بنو نجّی میں منذر بن محمد کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ جب نبیٔ اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر نے سفر ہجرت کیا تو حضرت زبیر ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے۔ آپ مدینہ کے راستے میں تھے جب حضرت زبیر شام سے لوٹے۔ انھوں نے ان دونوں کو پہننے کے لیے سفید کپڑوں کا تحفہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو یہی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے (فتح الباری)

زبیر بن عوام کی اسما بنت ابوبکر سے شادی مکہ ہی میں ہوگئی تھی۔ ایام زچگی مکمل تھے کہ انھیں مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ وہ دوسرے مہاجرین کے ساتھ قبا پہنچیں تو عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ اسما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور نومولود کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے ایک کھجور منگوائی، اسے چبا کر اچھی طرح نرم کیا اور پھر بچے کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ مہاجرین کی مدینہ آمد کے بعد پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا۔ آپ نے اسے دعا دی اور عبداللہ نام رکھا۔ عبداللہ ۸ سال کے ہوئے تو حضرت زبیر نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لیے بھیجا۔ آپ انھیں دیکھ کر مسکرائے اور بیعت لے لی۔ (بخاری: ۳۹۱۰، مسلم: ۵۵۸۱)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں مواخات قائم فرمائی تو زبیر بن عوام کو اس رشتہ میں سلمہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بن سلامہ (یا کعب بن مالک) سے منسلک فرمایا۔ مکہ میں آپ عبداللہ بن مسعود کو ان کا بھائی قرار دے چکے تھے۔ ۲ھ میں نماز عید اور صدقۂ فطر مشروع ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی نماز عید پڑھانے عیدگاہ کی طرف چلے تو کچھ صحابہ، آپ کے آگے نیزہ لے کر چل رہے تھے۔ یہ وہی نیزہ تھا جو شاہ حبشہ نجاشی نے زبیر بن عوام کو تحفے میں دیا تھا۔

مدینہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت زبیر کے پاس ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ان کی اہلیہ اسما ہی گھوڑے کو چارہ ڈالتیں اور گھر کے لیے پانی ڈھوتیں، اونٹنی کی خوراک کے لیے وہ کھجوروں کی گٹھلیاں پیستیں۔ روٹی ان سے اچھی نہ پکتی تھی اس لیے انصار کی لڑکیاں روٹیاں پکا دیتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بنونضیر کے علاقہ میں ایک قطعۂ زمین (یا کھجوروں کا باغ) عطا کیا جو ان کے گھر سے ۶ میل دور تھا۔ اسما پیدل یہ فاصلہ طے کرتیں اور سر پر کھجوروں کی گٹھلیاں لاد کر لاتیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ انصاری صحابہ کے ساتھ گزر رہے تھے کہ اسما کو جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ آپ نے انھیں اپنے پیچھے اونٹ پر بیٹھنے کو کہا لیکن اسما شرم کے مارے خاموش رہیں تو آپ چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی کے لیے ایک خادم بھیج دیا جو جانوروں کو سنبھالنے لگا۔ (بخاری: ۵۲۲۴، مسلم: ۵۶۵۶)

۶ھ ہی میں بدر کے میدان میں کفر و اسلام کا فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثار صحابہ کے ساتھ بدر کے کنوؤں کے قریب اترے۔ رات کے وقت آپ نے میدان جنگ کا جائزہ لینے کے لیے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلاموں اسلم اور عریض کو پکڑ لائے جو پانی بھر رہے تھے۔ ان سے قریش کے لشکر کی تعداد، اس کی جنگی پوزیشنوں اور ذخیرۂ خوراک کے بارے میں اطلاعات ملیں۔ جنگ شروع ہوئی تو دوشہ سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ زبیر بن عوام یعسوب نامی گھوڑے پر سوار میمنہ پر تھے جب کہ مقدار بن اسود بعزجہ یا سبحہ گھوڑے کی پشت پر میسرہ کی پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے۔ (بیہقی) انھوں نے زرد رنگ کا عمامہ لپیٹا ہوا تھا، روایت ہے کہ فرشتوں نے بھی ایسے عمامے باندھ رکھے تھے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے حضرت زبیر کا حلیہ اپنا لیا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے مطابق اس دن مقداد کے علاوہ کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ (مسند احمد: ۱۰۲۳) حضرت زبیر نے اس معرکے میں بڑی جرات اور دلیری کا ثبوت دیا۔ خود روایت کرتے ہیں، غزوۂ بدر میں میری بھینٹ عبیدہ بن سعید سے ہوئی جو سر سے پاؤں تک اسلحہ بند تھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ اس نے اپنی کنیت سے للکارا، میں ابوذات الکرش ہوں تو میں نے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ایک ہی وار کر کے اس کی آنکھ میں نیزہ گاڑ دیا۔ وہ جہنم رسید ہوا تو میں نے اس کے جسم پر پاؤں رکھ کر نیزہ نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ ٹیڑھا ہو گیا۔ حضرت زبیر سے یہ نیزہ نبیٔ اکرم ملے لیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے حاصل کیا، ان کے بعد یہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کے پاس رہا۔ وہ شہید ہوئے تو عبداللہ بن زبیر نے اپنے پاس رکھ لیا اور آخری وقت تک ان کے پاس رہا۔ (بخاری: ۳۹۹۸)

۳ ھ میں جنگ احد ہوئی۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار لہرائی اور فرمایا، کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا؟ کئی دلیر اٹھے، ان میں عمر بن خطاب اور زبیر بھی تھے لیکن آپ نے یہ ابودجانہ (سماک بن خرشہ) کو سونپ دی۔ انھوں نے کھڑے ہو کر سوال کیا تھا، یا رسول اللہ ﷺ! تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اس سے دشمن پر اتنی ضربیں لگاؤ کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ تلوار ملنے کے بعد ابودجانہ نے سرخ عمامہ لپیٹا اور اکڑ کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور کئی مشرکوں کی کھوپڑیاں پاش پاش کر دیں (مسلم: ۶۳۰۳) حضرت زبیر کہتے ہیں، مجھے رنج ہوا تھا کہ میں نے آنجناب ﷺ سے تلوار مانگی اور آپ نے حضرت ابودجانہ کو دے دی۔ میں جنگ میں ابودجانہ کے پیچھے پیچھے رہا تا کہ ان کی کارکردگی کا جائزہ لے سکوں۔ جب انھوں نے بڑے بڑے سورماؤں کو مار گرایا تو مجھے سمجھ آیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اسی روز مشرکین کا علم بردار طلحہ عبدری (قبیلۂ عبدالدار سے منسوب) مبارزت کے لیے للکارا تو اسکیلے زبیر بن عوام ہی نکلے۔ طلحہ اونٹ پر سوار تھا، حضرت زبیر نے اسے نیچے گرایا اور تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ غزوۂ احد میں حضرت زبیر پیادہ فوج کے سالار تھے۔ مسلمانوں کو ابتدا میں ہزیمت اٹھانا پڑی اور وہ تتر بتر ہو گئے۔ ایسے میں چند جان نثار صحابہ نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا، حضرت زبیر ان میں سے ایک تھے، دوسرے اصحاب ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، طلحہؓ اور حارث بن صمہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کو اسی دن شہید کیا گیا۔ حضرت زبیر کی والدہ صفیہ ان کی سگی بہن تھیں۔ وہ دوڑی دوڑی ان کے لاشہ کے پاس گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم دیا، جاؤ ان کو منع کرو۔ انھوں نے کہا، میرے بھائی کا راہ خدا میں مثلہ کیا گیا ہے، میں صبر سے کام لوں گی۔ تب آپ نے انھیں میت کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت صفیہ نے سیدنا حمزہ کو کفن دینے کے لیے دو کپڑے بھی دیے۔ شہدائے احد کی تدفین کے وقت سب میتیں حضرت حمزہ کے جسد کے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ ایک انصاری کی میت ان کے ساتھ پڑی ہوئی تھی جسے کفنانے کے لیے کوئی کپڑا نہ ملا۔ تب سیدنا حمزہ کی چادروں میں سے ایک اسے لپٹا دی گئی۔ ابتدائی شکست کے بعد مسلمان پلٹ کر آئے اور انھوں نے دوبارہ حملہ کیا تو مشرکین نے راہ فرار پکڑی۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

،کہیں یہ پلٹ نہ آ جائیں۔آپ پکارے،کون ان کفار کا پیچھا کرے گا؟ ۷۰ رضا کار سامنے نکلے،ان میں سیدنا ابوبکر اور زبیر بن عوام بھی تھے۔حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر سے کہا،قرآن مجید کی آیت،"الذین استجابو اللّٰہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح ط للذین احسنوا منھم و اتقوا اجر عظیم ۔وہ مومن جنھوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا،ان میں سے جو نیکوکار اور پرہیز گار ہیں ،ان کے لیے بڑا اجر ہے۔'' (ال عمران:۱۷۲) میں جن مومنوں کا ذکر ہے،تمہارے والد سیدنا زبیر اور نانا حضرت ابوبکر ان میں شامل تھے۔(بخاری:۴۰۷۷،مسلم:۶۲۰۱) یوم احد کو ایک ہی مشرک ابوعزہ جمحی مسلمانوں کی قید میں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت زبیر نے اس کا سر قلم کیا۔

۵ ھ میں جنگ خندق ہوئی۔اس موقع پر کافروں کی طرف سے نوفل بن عبداللہ مخزومی نے دعوت مبارزت دی۔تب بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سیدنا زبیر ہی نکلے۔انھوں نے ایک ہی وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دیے،اسی وقت ان کی تلوار میں دندانہ پڑا۔وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے لوٹے۔

انی امرؤ احمی و احتمی عن النبی المصطفی

میں وہ دلیر ہوں جو نبی مصطفیٰ کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی حفاظت میں رہتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں کے قبائل سے معاہدے کیے کہ وہ بیرونی جارحیت کی صورت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے لیکن غزوۂ خندق کے وقت بنوقریظہ کے یہودی معاہدہ توڑ کر مکہ کے مشرکین سے مل گئے۔جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں،تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کے حالات کا کھوج لگانے کے لیے طلیعہ (قراول یا جاسوس) کا انتخاب کیا۔آپ نے اس کام کے لیے کسی کو خود آگے آنے کو کہا تو صرف سیدنا زبیر نکلے۔آپ دوسری تیسری دفعہ پکارے تو بھی حضرت زبیر ہی سامنے آئے۔تب آپ نے فرمایا،ہر نبی کا ایک حواری (مخلص ساتھی) ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔(بخاری:۳۷۱۹،۲۶۱۷،مسلم:۶۱۹۳) عبداللہ بن زبیر کی روایت کے الفاظ یوں ہیں، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا،کون مجھے اس قوم (بنوقریظہ) کے حالات پتا کر کے دے گا؟ تو حضرت زبیر نے کہا میں۔عبداللہ جو اس وقت کم سن تھے کہتے ہیں، میں قلعہ حسان میں موجود امہات المومنینؓ اور دوسری عورتوں کے ساتھ تھا۔میں نے دو تین بار اپنے والد کو دیکھا کہ وہ مسلح حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر بنوقریظہ کی طرف آ جا رہے ہیں۔حضرت زبیر واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) دعا دی،میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔(بخاری:۲۸۴۶،۳۷۲۰،مسلم:۶۱۹۵) یہ ذکر کہ آپ نے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

انھیں ان الفاظ میں دعا دی، حضرت علی کے اس قول سے متصادم ہے، ''میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص کے بعد کسی کو فدیہ کی دعا دی ہو۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا تھا، ''(سعد!) تیر اندازی جاری رکھو، میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔'' (بخاری: ۲۹۰۵) ابن حجر کہتے ہیں، ہوسکتا ہے، حضرت زبیر کا واقعہ حضرت علی کے علم ہی میں نہ ہو یا انھوں نے خاص طور پر جنگ احد (شوال ۳ھ) کی بات کی ہو جو جنگ خندق (شوال ۵ھ) سے پہلے ہو چکی تھی۔

۷ھ میں غزوۂ خیبر ہوا۔ اس میں پہلا دو بدو مقابلہ ایک یہودی مرحب اور محمد بن سلمہ میں ہوا۔ مرحب کے جہنم واصل ہونے کے بعد اس کا بھائی یاسر نکلا تو اسے زبیر بن عوام نے انجام تک پہنچایا۔ زبیر کی والدہ صفیہ نے خدشہ ظاہر کیا، میرا بیٹا شہید ہو جائے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا بیٹا ہی اپنے دشمن کی جان لے گا۔ خیبر کے بعد مسلمان یہودیوں کی ایک اور بستی وادیٔ قُریٰ پہنچے۔ یہاں بھی حضرت زبیر نے مبارزت کرنے والے یہودی کو جہنم رسید کیا۔

۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک عورت (سارہ) کو خط دے کر مکہ بھیجا تا کہ قریش کو اسلامی لشکر کی تیاریوں کی اطلاع دے کر ان کی ہم دردیاں حاصل کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے خبر مل گئی۔ آپ نے سیدنا علی، سیدنا زبیر اور مقداد (یا ابو مرثد) کو خط حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عمر حاطب کی گردن اڑانا چاہتے تھے لیکن آپ نے بدری ہونے کی وجہ سے ان کا عذر قبول فرما لیا۔ (بخاری: ۳۹۸۳، مسلم: ۶۳۵۱)

فتح مکہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا علم سعد بن عبادہ (بعد میں قیس بن سعد) کو اور مہاجرین کا زبیر بن عوام کے ہاتھ میں دیا۔ آپ اس دستے کے ساتھ چل رہے تھے جس میں حضرت زبیر تھے۔ مکہ پہنچنے پر آپ نے انھیں حکم دیا کہ جھنڈے کو (مکہ کے پہاڑ) حجون میں گاڑ دیا جائے۔ (بخاری: ۴۲۸۰) پھر آپ نے سیدنا زبیر کو ایک دستے کا سربراہ بنا کر ہراول کے طور پر بھیجا، یہ شہر کے بائیں طرف واقع کدی کے مقام سے داخل ہوا۔ حضرت زبیر نے سرخ پگڑی باندھی ہوئی تھی، نیزہ ان کے کندھے پر تھا۔ دوسرے دستوں کی کمان خالد بن ولید اور ابو عبیدہ بن جراح کے پاس تھی۔ (مسلم: ۴۵۹۸، السیرۃ النبویہ) حضرت زبیر کی اہلیہ اسما کا جب بھی حجون سے گزر ہوتا تو کہتیں، اللہ ہمارے رسول ﷺ پر درود و سلام بھیجے۔ (حجۃ الوداع کے موقع پر) ہم ان کے ساتھ اس مقام پر اترے تھے۔ تب ہمارے پاس بہت کم ساز و سامان تھا، میں، میری بہن عائشہ، زبیر اور فلاں فلاں نے عمرہ ادا کیا تھا۔ (بخاری: ۱۷۹۶، مسلم: ۲۹۹۴)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زبیر بن عوام خلافت حضرت علی کو دینے کے حق میں تھے۔ جب حضرت ابوبکر و سیدنا عمر اور دوسرے کبار صحابہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع تھے زبیر علی اور طلحہ کے ساتھ سیدہ فاطمہ کے گھر میں موجود تھے۔ تاہم جب اہل ایمان کا حضرت ابوبکر پر اتفاق ہو گیا تو وہ بھی بیعت میں شامل ہو گئے۔ جب ارتداد کا طوفان اٹھا اور کچھ لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر نے مدینہ آنے والے راستوں پر پہرہ دار دستے مقرر کیے۔ ان دستوں کے سرداروں میں زبیر بن عوام بھی تھے۔ دوسرے سردار علی، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمان بن عوف اور عبداللہ بن مسعود تھے۔

۱۳ھ میں حضرت عمر کے عہد خلافت کی ابتدا میں، شام کے علاقہ یرموک میں اسلامی اور رومی فوجوں میں سخت جنگ ہوئی جس میں ۷۰ ہزار رومی مارے گئے۔ زبیر بن عوّام، ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں شریک جنگ تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، اس جنگ میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت حضرت زبیر ہی تھے۔ کچھ اصحابہ رسول ﷺ نے زبیر سے کہا، چلو ہم مل کر کافروں پر حملہ کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا، اگر میں نے حملہ کیا اور تم نے ساتھ نہ دیا تو جھوٹے پڑ جاؤ گے۔ سب نے کہا، ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت زبیر نے ایسے زور کی یلغار کی کہ سب کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ جب وہ پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھوں پر تلوار کے دو وار کیے جن سے دو نئے گھاؤ آ گئے، جنگ بدر کے زخم کا نشان ان کے بیچ تھا۔ (بخاری: ۳۹۷۵) ۱۸ھ میں حضرت عمر نے عمرو بن عاص کو مصر میں پیش قدمی کرنے کی اجازت دی۔ فرما اور بلبیس کے شہر فتح کرنے کے بعد وہ بابلیوں پہنچے تو مدینہ سے ۸ ہزار سپاہیوں کی کمک آئی۔ زبیر بن عوام، عبادہ بن صامت، مقداد بن اسود اور مسلمہ بن مخلد جیسے صحابہ اس میں شامل تھے۔ سیدنا عمر نے سیدنا زبیر کو قائد جیش مقرر کرتے ہوئے سوال کیا تھا، کیا تم مصر کی گورنری لینا چاہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، میں عمرو بن عاص کا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ مصر پہنچتے انھوں نے ہی عین شمس (Heliopolis) کے معرکے میں حصہ لیا پھر قلعۂ بابلیون کے محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت زبیر ہی تھے جنھوں نے ربیع الاول ۲۰ھ میں قلعہ کی بیرونی خندق پھلانگ کر دیوار سے سیڑھی لگائی اور کچھ سپاہیوں کو لے کر اندر اتر گئے۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو ۷ ماہ سے جاری محاصرہ ختم ہوا اور قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ حضرت عمرو نے اہل مصر سے معاہدۂ امن کیا تو سیدنا زبیر نے گواہ کے طور پر دست خط کیے۔ ۲۱ھ میں جنگ نہاوند ہوئی۔ ایرانی اپنے بڑے بڑے شہر اہواز، اصطخر اور مدائن چھن جانے سے رنجیدہ تھے۔ انھوں نے فیرزان کی قیادت میں ڈیڑھ لاکھ فوج اکٹھی کر لی تو حضرت عمر نے مقابلے کے لیے خود ایران جانے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر عثمان، طلحہ، علی، زبیر اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عبدالرحمان بن عوف نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کا خود قیادت کرنا مناسب نہ ہوگا چنانچہ نعمان بن مقرن کو اس مہم پر روانہ کیا گیا۔

جب خلیفۂ دوم حضرت عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا اور جان بر ہونے کی امید نہ رہی تو انھوں نے اصحاب عشرۂ مبشرہ میں سے ۶ افراد کی مجلس تشکیل دے کر ان میں سے ایک کو اپنا جانشین بنانے کی وصیت کی۔ زبیر بن عوام ان میں شامل تھے لیکن جب عبدالرحمان بن عوف نے انتخاب کو تین افراد پر موقوف کرنے کی تجویز پیش کی تو وہ حضرت علی کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ (بخاری: ۳۷۰۰) ۳۱ھ میں حضرت عثمان کو دوسری بار نکسیر پھوٹی اور وہ حج پر نہ جا سکے۔ ایک قریشی صحابی ان کے پاس آئے اور مشورہ دیا کہ اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ انھوں نے باقی مسلمانوں سے مشورہ کر کے ایک نام بھی تجویز کیا جس پر حضرت عثمان نے خاموش رضامندی ظاہر کی۔ ایک روایت کے مطابق وہ تجویز کردہ زبیر بن عوام اور دوسری کے مطابق عبدالرحمان بن عوف تھے۔ (بخاری: ۳۷۱۷) بلوائیوں نے حضرت عثمان کو گھر میں محصور کر مدینہ میں شورش برپا کی تو حضرت زبیر سورۂ انفال کی آیت: ۲۵ (واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة۔ اس فتنہ سے بچ کر رہو جو تم میں سے محض ظلم کرنے والوں تک محدود نہ رہے گا) تلاوت کرتے اور کہتے، میں یہ آیت ایک عرصہ تلاوت کرتا اور سوچتا رہا، میں اس کا مصداق نہیں ہوں لیکن اب ہم پر اس کا اطلاق ہونے لگا ہے۔ اہل کوفہ زبیر کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، وہ ان کی حمایت حاصل کرنے آئے تو انھوں نے ڈانٹ کر واپس بھیج دیا۔ حضرت عثمان کا آخری جمعہ وہ تھا جب باغیوں نے مسجد نبوی میں سنگ باری کی، نمازی زخمی ہو گئے اور سیدنا عثمان بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت زبیر نے اس موقع پر حضرت علی اور حضرت طلحہ کے ساتھ گھر جا کر ان کی عیادت کی۔ انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ پر حضرت عثمان کے گھر کی حفاظت کی ذمہ داری ڈال رکھی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنی وصیت سیدنا زبیر ہی کو لکھوائی۔ حضرت زبیر ان چند صحابہ میں سے تھے جنھوں نے حضرت عثمان کے جنازے اور تدفین میں شرکت کی۔

خلیفۂ مظلوم کی شہادت کے بعد مدینہ ۵ دن (دوسری روایت: ۲ دن) تک ملعون غافقی بن حرب کی امارت میں رہا۔ حضرت علی خلافت قبول کرنے سے ہچکچاتے رہے۔ انھیں سیدنا زبیر اور سیدنا طلحہ نے اس پر آمادہ کیا۔ انھوں نے دلیل دی، امت امیر کے بغیر متحد نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت طلحہ نے اپنے شل ہاتھ کے ساتھ ان کی بیعت کی پھر سیدنا زبیر آگے بڑھے۔ کوفی منصب امارت پر بٹھانے کے لیے زبیر کو ڈھونڈتے رہے لیکن وہ ان کے ہاتھ نہ آئے۔ خلیفہ بننے کے بعد زبیر بن عوام، طلحہ اور کچھ اور صحابہ پھر حضرت علی کے پاس آئے اور حدود قائم کرنے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اور حضرت عثمان کا قصاص لینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت زبیر نے کوفہ کی اور طلحہ نے بصرہ کی گورنری کا تقاضا کیا۔ ان کا کہنا تھا، وہ وہاں سے فوج اکٹھی کر لائیں گے جو مدینہ کو خوارج اور قاتلین سیدنا عثمان سے خالی کرائے گی۔ ان کا مشورہ مقبول نہ ہوا تو وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔ پھر بصرہ پہنچے اور فوج کشی کی تیاریاں کرنے لگے، صرف حضرت زبیر نے ایک ہزار گھڑ سوار اکٹھے کر لیے۔ ان کی کل فوج ۳۰ ہزار تھی۔ حضرت علی کو علم ہوا تو وہ ۲۰ ہزار کا لشکر لے کر بصرہ روانہ ہوئے، ساتھ ہی قعقاع کو پیغام دے کر بھیجا کہ جنگ کا ارادہ چھوڑ کر صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ زبیر، طلحہ اور سیدہ عائشہ نے مثبت جواب دیا تاہم جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں، قاتلین عثمان نے منہ اندھیرے جنگ کی ابتدا کر دی۔

جنگ جمل میں زبیرؓ بن عوام نے حضرت عائشہؓ کا ساتھ دیا بلکہ زبیرؓ ہی نے عائشہؓ کو خروج پر آمادہ کیا۔ وہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں اصلاح چاہتے تھے۔ ان کے خیال میں ایسا تبھی ہو سکتا تھا اگر حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لے لیا جاتا۔ ۳۶ھ کی ابتدا میں زبیرؓ سیدہ عائشہؓ اور طلحہؓ کے ساتھ بصرہ گئے تو حضرت علیؓ نے عمارؓ بن یاسرؓ اور حسنؓ کو کوفہ بھیجا۔ عمارؓ نے عوام سے خطاب کیا اور کہا، سیدہ عائشہؓ (حمایت حاصل کرنے کے لیے) بصرہ پہنچی ہیں۔ بخدا! وہ (ہمارے اور) تمہارے نبیؐ کی اہلیہ ہیں، دنیا میں تھیں اور آخرت میں بھی ہوں گی۔ لیکن اللہ نے تم لوگوں کو آزمالیا ہے کہ تم اس کی بات مانتے ہو یا عائشہؓ کے پیچھے چلتے ہو۔ (بخاری: ۷۱۰۰) ابن کثیر کہتے ہیں، سیدہ عائشہؓ کی طرح زبیرؓ بن عوام کو بھی جنگ جمل میں حصہ لینے پر افسوس ہونے لگا تھا۔ ان کے جنگ سے رجوع کرنے کی خبر حضرت علیؓ تک پہنچی تو انہوں نے کہا، اگر ابن صفیہؓ کو اپنا حق پر ہونا یقینی ہوتا تو ہرگز رجوع نہ کرتے۔ دوسری روایت اس طرح ہے، جنگ جمل کے دوران میں حضرت علیؓ خچر پر سوار ہو کر آئے اور پکارے، زبیرؓ کو بلاؤ۔ وہ آئے تو کہا، تمہیں وہ دن یاد ہے جب انصار کے سقیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا، زبیرؓ! تم علیؓ سے محبت کرتے ہو؟ تم نے کہا، ہاں، بھلا میں اپنے ماموں زاد، چچازاد اور ہم مذہب سے محبت نہ کروں گا۔ پھر آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا تو میں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔ تب آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا، زبیرؓ! تم علیؓ سے قتال کرو گے حالانکہ تم ظالم ہو گے۔ زبیرؓ نے کہا، ہاں میں یہ بات بھول چکا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے (ذوالخمار) پر سوار پلٹے اور فوج کی صفیں چیرتے ہوئے میدان جنگ چھوڑ گئے۔ (مستدرک حاکم: ۵۵۷۳) انہوں نے حضرت عائشہؓ کو بھی اپنے رجوع سے مطلع کر دیا۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے، مجھے امید ہے، میں طلحہؓ اور زبیرؓ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہوا، ''ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً علی سرر متقبلین۔ ان کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سینوں میں جو تھوڑی بہت کپٹ ہوگی ہم نکال دیں گے، یہ حال ہوگا کہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (سورۂ حجر: ۴۸)

۱۰ جمادی اولیٰ ۳۶ھ (۶۵۶ھ)، جمعرات کے دن زبیر بن عوام نے مدینہ واپس جانے کا قصد کیا۔ احنف نے کہا، اس شخص کو دیکھو! لوگوں کو اکٹھا کر کے آمنے سامنے کھڑا کیا اور اب گھر کو چل پڑا ہے۔ کون اس کی خبر لے گا؟ عمرو بن جرموز تمیمی، فضالہ بن حابس اور نفیع (یا نفیل بن حابس) نے ان کا پیچھا شروع کیا۔ وہ بصرہ سے ۵ میل دور وادیٔ سباع کے مقام پر پہنچے تھے کہ عمرو نے انہیں اس وقت قتل کر دیا جب وہ سوئے ہوئے تھے (یا نماز پڑھ رہے تھے)۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ بیدار تھے۔ انھوں نے ڈٹ کر عمرو کا مقابلہ کیا تو اس نے اپنے ساتھیوں فضالہ اور نفیع کو بلا لیا جنھوں نے زبیرؓ کی جان لی۔ دوران جنگ میں طلحہؓ بھی ایک تیر کا شکار ہو کر شہید ہوئے۔ زبیر کی عمر ۶۷ برس تھی، انھیں ان کے مقتل ہی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ عمرو زبیرؓ کا سر اور ان کی تلوار لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا، مجھے شاباشی ملے گی لیکن علیؓ نے اسے جہنم کی وعید سنائی۔ انھوں نے زبیرؓ کی تلوار پہچان کر کہا، اس تلوار نے بہت دیر تک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانیاں دور کیے رکھیں۔ زبیرؓ نے اپنے پیچھے بھاری ترکہ چھوڑا جس کی مالیت ۵۹ کروڑ ۸۰ لاکھ درہم بتائی جاتی ہے۔ یہ مال فے، غنائم اور تجارت سے حاصل کیا گیا تھا۔ ابن اثیر کہتے ہیں، زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج دیتے۔ اس میں سے وہ ایک پائی بھی نہ رکھتے اور کل رقم صدقہ کر دیتے۔ ۲۲ لاکھ درہم لوگوں کے واجبات (دین) ادا کرنے کے بعد مال کا ایک تہائی اس وصیت کے مطابق صرف کیا گیا جو وہ عبداللہؓ کو لکھوا چکے تھے۔ باقی مال وارثوں میں تقسیم کیا گیا تو ۴ بیواؤں میں سے ہر ایک کو ۱۲ لاکھ درہم ملے۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ کے مطابق ان کے والد کے ترکہ میں نقد رقم نہ تھی بلکہ ان کے باغ اور مدینہ، کوفہ، بصرہ اور مصر میں موجود ان کے مکانات کو بیچ کر رقم حاصل کی گئی۔ عبداللہؓ ۴ سال تک ہر حج کے موقع پر زبیرؓ کے قرض خواہوں کا پتا کرتے رہے اور پھر اپنے بھائی بہنوں میں وراثت تقسیم کی۔

(باقی)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عمار خان ناصر

جماعت صحابہ کی خصوصی حیثیت

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

(۴)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سیدنا عمر نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ ترکوں کے خلاف جنگ کریں۔ وہ اپنا لشکر لے کر باب کو توڑ کر ترکوں کے علاقے میں داخل ہو گئے۔ ابتدا میں تو ترکوں پر رعب کی کیفیت طاری ہو گئی تاہم بعد میں انھوں نے شدید مزاحمت کی اور مسلمانوں کو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ، ۷/ ۱۲۳، ۱۲۴)

اسی طرح سیدنا معاویہ کو جب اطلاع ملی کہ ان کے ایک کمانڈر نے ترکوں پر حملہ کر کے انھیں ایک لڑائی میں شکست دی ہے تو وہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور اسے لکھا کہ جب تک میرا حکم نہ آئے، ترکوں سے لڑائی نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ترک عربوں کو نکال کر دور دراز علاقے کی طرف دھکیل دیں گے۔ (فتح الباری، ؟؟)

ایرانیوں کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے جب جنگی مہمات کا ہمہ گیر منصوبہ تیار کیا گیا تو ہندوستان میں ایرانی طاقت کے بعض مراکز بھی زیر غور آئے۔ سندھ اور فارس کے سیاسی تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے مشہور مورخ قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

> ''مکران سے سراندیپ تک کے تمام ہندوستانی راجے مہاراجے شاہان ایران کے باج گزار اور وفادار تھے اور حسب ضرورت اپنے اموال اور رعایا سے ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۷اھ کے بعد دیگر مقامات کے حکمرانوں

کی طرح ہندوستان کے یہ راجے مہاراجے بھی ایرانیوں کی مدد اور عربوں سے مقابلے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگے اور ایک راجہ دوسرے راجہ کے پاس اس بارے میں رائے مشورہ کے لیے خطوط اور آدمی بھیجنے لگا یہاں تک کہ ۲۱ھ میں جنگ نہاوند میں ایرانیوں نے اپنی تمام اندرونی اور بیرونی طاقتیں اسلامی فوج کے مقابلے میں جمع کر لیں جن میں سندھ کے راجے اور یہاں کے سپاہی بھی تھے۔ اس واقعہ کے بعد اسلامی فوج نے اپنے حربی نقشہ میں ایران کے اہم مقامات کی طرح ہندوستان کے ان مقامات اور راجوں کو بھی درج کر لیا جہاں سے ان کے خلاف مدد آنے لگی تھی اور کھل کر عربوں کے مقابلہ میں صف آرائی کی نوبت آ گئی تھی۔'' (خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص ۶۹)

''حالات و واقعات کی کڑی ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا یہ فیصلہ اور مکران پر حملہ کا منصوبہ ہندوستان کے راجوں کی روش کا عین ردعمل تھا تاکہ ایرانی فوجوں کو یہاں سے مدد نہ مل سکے اور نہ ہی باب الابواب سے لے کر سندھ و ہند کی فوجی طاقت منظم ہو کر اسلامی فوج کے مقابلے میں آ سکے۔ مگر ایسے حالات پیدا ہوتے رہے کہ اس فیصلہ کے باوجود خلافت کی طرف سے بلاد فارس اور مکران پر فوج کشی کا موقع نہ مل سکا اور مخالف طاقتیں اس مدت میں پورے طور سے منظم ہو کر ۲۱ھ میں جنگ نہاوند میں مسلمانوں کے مقابلے میں ڈٹ گئیں۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں کی طرف سے مزید اتمام حجت ہو گئی اور اب ان ایرانی اور ہندوستانی جنگ بازوں سے نبٹنا بالکل ہی ضروری ہو گیا۔'' (ص ۷۰)

ہندوستان کی طرف سے درپیش اس مسلسل خطرے کے باوجود خلفاے راشدین کی حتی الامکان کوشش یہی تھی کہ اسلامی فوج اس معاملے میں الجھنے نہ پائے۔ چنانچہ ۱۵ ہجری میں بحرین کے گورنر عثمان بن ابی العاص نے مرکز سے اجازت کے بغیر سمندر کے ذریعے سے تھانہ اور دیبل کے علاقوں پر حملہ کروایا تو سیدنا عمرؓ نے اس پر شدید ناراضی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:

یا اخا ثقیف حملت دودا علی عود وانی احلف بالله لو اصیبوا لاخذت من قومك مثلهم۔ (بلاذری، ۴۳۸)

''اے بنو ثقیف کے آدمی! تم نے تو ایک کیڑے کو لکڑی پر چڑھا (کر اسے پانی میں ڈال) دیا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان کو کوئی نقصان پہنچتا تو میں تمہاری قوم میں سے اتنے ہی افراد کو قصاص میں قتل کر دیتا۔''

اس وقت تک فارس کا علاقہ مفتوح نہیں ہوا تھا۔ فارس کا سارا علاقہ مفتوح ہو گیا اور اسلامی سلطنت کے حدود سندھ تک پہنچ گئے تو بھی ایرانی شورشوں میں سندھی راجاؤں کے کردار کے باوجود سیدنا عمرؓ نے یہی پالیسی برقرار رکھی۔ مثال کے طور پر آپ نے قندابیل کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ صورت حال لشکر کشی کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لیے موزوں نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا:

لا یسالنی اللہ عن احد بعثتہ الیھا ابدا۔ (عیون الاخبار، بحوالہ خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص ۶۲)

''اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں سوال نہ کرے جسے میں وہاں بھیجوں۔''

ایک اور موقع پر آپ نے مکران کی صورت حال دریافت کی اور اسی نتیجے پر پہنچے کہ وہاں لشکر کشی نہ کی جائے:

فقدم صحار علی عمر بالخبر والمغانم فساله عمر عن مکران و کان لا یاتیه احد الا ساله عن الوجه الذی یجیٔ منه فقال یا امیر المومنین ارض سھلھا جبل وماوھا وشل وتمرھا دقل وعدوھا بطل وخیرھا قلیل وشرھا طویل والکثیر بھا قلیل والقلیل بھا ضائع وما وراء ھا شر منھا فقال ا سجاع انت ام مخبر؟ قال لا بل مخبر۔ قال لا واللہ لایغزوھا جیش لی ما اطعت وکتب الی الحکم بن عمرو والی سھیل الا یجوزن مکران احد من جنود کما واقتصرا علی ما دون النھر۔ (طبری ۱۸۲/۴)

''صحار فتح کی خبر اور مال غنیمت لے کر سیدنا عمر کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس سے مکران کے بارے میں پوچھا۔ اور ان کی عادت تھی کہ جس علاقے سے بھی کوئی آدمی ان کے پاس آتا، وہ اس سے اس طرف کے احوال معلوم کرتے تھے۔ صحار نے کہا کہ وہ ایسی سرزمین ہے جس کے میدان پہاڑوں کی طرح دشوار گزار، پانی بہت تھوڑا، کھجوریں بالکل ردی اور دشمن بڑا بہادر ہے۔ وہاں خیر بہت کم اور شر بہت پھیلا ہوا ہے۔ بہت بڑی تعداد بھی وہاں کم پڑ جائے گی جبکہ تھوڑی تعداد تو بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوگی۔ اور اس سے آگے کا علاقہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر نے کہا: تم لفظی تک بندی کر رہے ہو یا ٹھیک ٹھیک حالات بتا رہے ہو؟ صحار نے کہا: بالکل صحیح بتا رہا ہوں۔ سیدنا عمر نے کہا: بخدا، جب تک میرا حکم مانا جاتا ہے، کوئی لشکر حملہ کرنے کے لیے وہاں نہیں جائے گا۔ پھر انہوں نے حکم بن عمرو اور سہیل کو خط لکھا کہ تم دونوں میں سے کسی کا لشکر بھی مکران کی سرحد عبور نہ کرے، بلکہ دریا سے اس پار کے علاقے تک محدود رہو۔''

سیدنا عثمان بھی اپنے عہد حکومت کے آخری ایام سے قبل تک اسی پالیسی پر عمل پیرا رہے، تاہم حالات و واقعات

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نے آخر کار اس ضبط کو توڑ کر سندھ کی فتح کی راہ ہموار کر دی۔ (بلاذری، ۴۳۸، ۴۳۹)

مصر کے معاملے کو دیکھیے۔ اس کی فتح کے لیے کیے جانے والے حملے کے بارے میں تاریخی روایتیں دو ہیں:

ایک روایت کے مطابق ۱۸ ہجری میں سیدنا عمر شام کے علاقے جابیہ میں تشریف لائے تو عمرو بن العاص نے انھیں مصر پر حملے کے لیے آمادہ کرنا چاہا اور کہا:

یا امیر المومنین ائذن لی ان اسیر الی مصر و حرضه علیها وقال : انك ان فتحتها کانت قوة للمسلمین وعونا لهم وهی اکثر الارض اموالا واعجزهم عن القتال والحرب۔

''اے امیر المومنین ! مجھے مصر پر حملے کی اجازت دیجیے۔ انہوں نے سیدنا عمر کو آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی اور کہا کہ اگر آپ مصر کو فتح کر لیں گے تو اس سے مسلمانوں کو قوت اور مدد حاصل ہوگی۔ نیز یہ کہ یہ سرزمین مال و دولت سے بھرپور ہے اور وہاں کے لوگ جنگ اور لڑائی کے میدان میں بالکل نکمے ہیں۔''

سیدنا عمر نے مسلمانوں کی جانوں کو خطرے میں ڈالنا پسند نہ کیا اور اس تجویز کو مسترد کر دیا، تاہم عمرو بن العاص مسلسل ان کے سامنے مصر کی اہمیت اور اس کی فتح میں آسانی کا ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اس کی نیم دلانہ اجازت دینے پر رضامند ہو گئے۔ آپ نے عمرو سے فرمایا:

سر وانا مستخیر الله فی مسیرك وسیاتی کتابی الیك سریعا ان شاء الله تعالیٰ فان ادرکك کتابی وامرتك فیه بالانصراف عن مصر قبل ان تدخلها او شیئا من ارضها فانصرف وان انت دخلتها قبل ان یاتیك کتابی فامض لوجهك واستعن بالله واستنصره۔ (سیوطی، حسن المحاضرۃ، ۱۰۶/۱)

''تم روانہ ہو جاؤ لیکن میں اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے بہتر راہنمائی کی دعا کروں گا۔ جلد ہی میرا خط تمھیں ملے گا۔ پس اگر میں تمھیں واپس پلٹنے کا حکم دوں اور میرا خط تمھیں مصر یا اس کے کسی علاقے میں داخل ہونے سے پہلے مل جائے تو واپس پلٹ آنا۔ اور اگر میرا خط ملنے سے پہلے تم اس میں داخل ہو چکے ہوئے تو اپنی مہم جاری رکھنا اور اللہ سے مدد اور نصرت کے طالب رہنا۔''

عمرو بن العاص لشکر لے کر روانہ ہو گئے تو مصر میں داخل ہونے سے قبل انھیں سیدنا عمر کا خط ملا جس میں انھوں نے انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا تھا، لیکن عمرو نے اس خدشے کو محسوس کرتے ہوئے خط کو فوراً پڑھنے کے بجائے اس وقت کھولا جب وہ اپنی فوج کے ساتھ مصر میں داخل ہو چکے تھے۔ (Philip K. Hitti, *History of the*

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

(*Arabs*, p.160

دوسری روایت یہ ہے کہ عمرو ابن العاص کو سرے سے سیدنا عمرؓ نے اجازت دی ہی نہیں تھی اور انھوں نے بلا اجازت قدم اٹھایا تھا۔ بلاذری لکھتے ہیں:

قالوا و کان عمرو ابن العاصی حاصر قیسارية بعد انصراف الناس من حرب الیرموك ثم استخلف علیها ابنه حین ولی یزید بن ابی سفیان و مضی الی مصر من تلقاء نفسه فی ثلاثة آلاف و خمس مائة فغضب عمر لذلك و کتب الیه یوبخه و یعنفه علی افتتانه علیه برایه و امره بالرجوع الی موضعه ان وافاه کتابه دون مصر فورد الکتاب علیه وهو بالعریش ۔ (فتوح البلدان، ۲۱۹)

'اہل تاریخ بتاتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے جنگ یرموک سے فارغ ہونے کے بعد قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر جب یزید بن ابی سفیان واپس چلے گئے تو اپنے بیٹے کو وہاں اپنا نائب بنا کر خود ہی فیصلہ کر کے ساڑھے تین ہزار کا لشکر لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ سیدنا عمر نے اس پر سخت ناراض ہو کر ان کو خط لکھا اور ان سے پوچھے بغیر از خود فیصلہ کرنے پر عمرو کو سخت سست کہا اور انہیں حکم دیا کہ اگر یہ خط انھیں مصر پہنچنے سے پہلے مل جائے تو اپنی جگہ پر واپس چلے جائیں۔ عمرو کو یہ خط اس وقت ملا جب وہ عریش میں تھے۔''

مصر سے آگے افریقہ کی فتح کے معاملے میں بھی یہی صورت حال رہی۔ عمرو بن العاص جب مصر کے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے ۲۲ ہجری میں اس کے آخری شہر طرابلس تک پہنچ گئے تو انھوں نے سیدنا عمر کے نام خط میں لکھا:

انا قد بلغنا طرابلس و بینها و بین افریقیة تسعة ایام فان رای امیر المومنین ان یاذن لنا فی غزوها فعل۔ (بلاذری، ص ۲۳۳)

''ہم طرابلس پہنچ گئے ہیں اور یہاں سے افریقہ تک نو دن کا سفر ہے۔ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو ہمیں افریقہ پر حملہ کرنے کی اجازت دے دیں۔''

آپ نے جواب میں لکھا:

لا تدخل افریقیة فانها مفرقة لاهلها غیر مجتمعة ماؤها قاس ما شربه احد من العالمین الا قست قلوبهم

''افریقہ کے علاقے میں مت داخل ہونا۔ یہ سرزمین اپنے باشندوں کو اکٹھا نہیں رہنے دیتی بلکہ منتشر کر دیتی ہے۔ اس کے پانی میں ایسی تاثیر ہے کہ دنیا کی جو بھی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قوم اسے پیے گی، ان کے دل سخت ہو جائیں گے۔'' (یاقوت الحموی، معجم البلدان، ۲۲۹/۱)

سیدنا عثمان نے بھی اپنے عہد میں ابتداءً افریقہ میں داخل ہونے سے گریز کی پالیسی کو برقرار رکھا، لیکن بعد میں حالات کو دیکھتے ہوئے اس کو فتح کرنے کی اجازت دے دی اور عبد اللہ بن ابی سرح نے ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۸ ہجری میں افریقہ پر حملہ کیا۔ (بلاذری، ص ۲۳۴)

حبشہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق صحابہ نے کوئی پیش قدمی نہیں کی۔ اس ضمن میں صرف ایک واقعہ عہد صحابہ کی تاریخ میں رپورٹ ہوا ہے۔ طبری لکھتے ہیں:

وفیھا بعث عمر رضی الله عنه علقمة بن مجزز المدلجی الی الحبشة فی البحر وذلك ان الحبشة کانت تطرفت فی ما ذکر طرفا من اطراف الاسلام فاصیبوا فجعل عمر علی نفسه الا یحمل فی البحر احدا ابدا۔ (طبری، ۱۱۲/۴)

''۲۰ ہجری میں عمر رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن مجزز مدلجی کو سمندر کے راستے سے حبشہ کی طرف بھیجا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اہل حبشہ نے مسلمانوں کے سرحدی حدود کی خلاف ورزی کی تھی۔ تاہم علقمہ کے ساتھ جانے والی یہ جماعت ہلاک ہوگئی جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ وہ سمندر کے راستے سے کبھی کوئی لشکر نہیں بھیجیں گے۔''

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

مذکورہ پالیسی کی پابندی کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت اور بے لچک رویہ سیدنا عمر کا تھا اور ان کی نسبت سے اس کی معنویت اس تناظر میں بالخصوص دوچند ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پیش گوئیوں کی بنا پر اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ ان کی وفات سے مسلمانوں کی قوت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور ان کی قوت وشدت اندر کا رخ کر کے باہمی قتل وقتال کی شکل اختیار کر لے گی۔ (بخاری، رقم ۵۲۵) ایک موقع پر انھوں نے فرمایا:

والله لا یفتح بعدی بلد فیکون فیه کبیر نیل بل عسی ان یکون کلا علی المسلمین۔ (ابو یوسف، الخراج ص ۲۶)

''بخدا، میرے بعد کوئی علاقہ ایسا فتح نہیں ہوگا جس سے مسلمانوں کو کوئی بڑا فائدہ حاصل ہو، بلکہ الٹا اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے بوجھ بن جائے۔''

مذکورہ بالا تاریخی شواہد کی روشنی میں خلفاے راشدین کی جنگی پالیسی کو ہم درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں:

o جہاد وقتال سے ان کا مقصد اسلامی سلطنت کی غیر محدود توسیع نہیں تھا، بلکہ ان کا ہدف صرف رومی اور فارسی

سلطنتیں تھیں۔

o رومی اور فارسی سلطنتوں کے خلاف جنگ کی اجازت حاصل ہونے کے باوجود وہ ان کے تمام علاقوں پر قبضہ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ ان کے پیش نظر اصلاً صرف شام اور عراق کے علاقے تھے اور وہ ان سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے تھے۔

o ان علاقوں کو فتح کرنے کے بعد جنگ کو روکنے کا فیصلہ وقتی حالات کے تحت نہیں تھا، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی رکاوٹ درمیان میں حائل ہو جائے کہ نہ دشمن کی فوجیں مسلمانوں کی طرف آ سکیں اور نہ مسلمان ان تک پہنچ سکیں۔

o جنگ نہ کرنے کا فیصلہ عددی قلت یا کسی ضعف اور کمزوری یا شکست کے خوف کی بنا پر بھی نہیں تھا، کیونکہ مسلمانوں کو فتح و نصرت کی واضح بشارت حاصل تھی اور ضرورت پیش آنے پر انھوں نے اسی حربی استعداد کے ساتھ فارسی سلطنت کے تمام علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔

o جنگ کو روک دینے کا فیصلہ کرنے کے بعد اسے دوبارہ جاری کرنے کا فیصلہ انھوں نے صرف اس وقت کیا جب انھیں یہ یقین ہو گیا کہ اس کے بغیر دشمن کی طرف سے مسلسل چھیڑ چھاڑ اور جنگی کارروائیوں کے سلسلے کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا۔

o روم و فارس یا ان کے زیر اثر علاقوں کے علاوہ دوسری قوموں کے خلاف انھوں نے صرف اس صورت میں اقدام کیا جب انھوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں دشمن کی مدد کی یا ان کی طرف سے میدان جنگ میں آئے۔

o سمندر کے راستے سے کوئی جنگی مہم بھیجنے کے وہ سرے سے قائل ہی نہیں تھے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر کے طریقے کے منافی اور مسلمانوں کی جانوں کو بلاضرورت خطرے میں ڈالنے کے مترادف سمجھتے تھے۔

غلبہ دین کا وعدہ اور اس کی تکمیل

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ہدف یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے دین کا غلبہ تمام دینوں پر قائم کر دیا جائے۔

هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهِ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُونَ۔ (التوبہ ۹:۳۳)

''وہی ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناپسند ہو۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بعض اہل علم کے ہاں یہ رجحان دکھائی دیتا ہے کہ وہ مذکورہ آیت کو پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ قائم کرنے کے کسی نظری اور اصولی ہدف کا بیان سمجھتے ہیں۔ (ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج ۲۸، ص ۲۹۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ۱۸۸/۲، ۱۹۰)

تاہم قرآن مجید میں یہ آیت تین مقامات پر آئی ہے اور ہر جگہ اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لیے غلبہ اور فتح کی بشارت اور وعدے کی حیثیت سے ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی روشنی میں متعدد مواقع پر جزیرۂ عرب اور روم و فارس کے علاقوں پر اللہ کے دین کے غلبے کی پیش گوئیاں کیں۔ (اس نوع کی بعض روایات پہلے باب میں بیان کی جا چکی ہیں جبکہ مزید تفصیل آئندہ باب میں دیکھی جا سکتی ہے۔)

'لیظھرہ علی الدین کلہ' کے اس وعدے کا یہ متعین مصداق صحابہ کرام اور ان کے بعد صدر اول کے اہل علم پر بھی پوری طرح واضح تھا اور وہ اس کی تفسیر اسی مخصوص تناظر میں ایک وعدے کے طور پر کرتے تھے۔

ام المومنین عائشہ روایت کرتی ہیں:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يذهب الليل والنهار حتى تعبد اللات والعزى فقلت يا رسول الله ان كنت لاظن حين انزل الله (هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون) ان ذلك تاما قال انه سيكون من ذلك ما شاء الله ثم يبعث الله ريحا طيبة فتوفى كل من فى قلبه مثقال حبة خردل من ايمان فيبقى من لا خير فيه فيرجعون الى دين آبائهم۔ (مسلم، رقم ۵۱۷۴)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ دن اور رات کا سلسلہ ختم ہونے سے پہلے وہ وقت پھر آئے گا کہ لات اور عزیٰ کی پوجا شروع کر دی جائے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ 'ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون' تو میں اس کا مطلب یہ سمجھتی تھی کہ ایک مرتبہ حاصل ہونے کے بعد یہ غلبہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ چاہے گا، یہ دین غالب رہے گا لیکن پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجیں جو ہر اس شخص کو وفات دے دے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ اس کے بعد وہی لوگ رہ جائیں گے جن میں ذرہ برابر خیر نہ ہوگی اور پھر وہ اپنے آباواجداد کے دین کی طرف پلٹ جائیں گے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ایک دوسرے موقع پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

کان المومنون یفر احدھم بدینه الی الله تعالی والی رسوله صلی الله علیه وسلم مخافة ان یفتن علیه فاما الیوم فقد اظھر الله الاسلام والیوم یعبد ربه حیث شاء۔(بخاری، رقم ۳۶۱۱)

''اہل ایمان اپنے دین کو بچانے کے لیے اس خوف سے کہ انھیں ستایا نہ جائے، بھاگ کر اللہ اور اس کے رسول کے پاس آ جاتے تھے، لیکن آج تو اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور آج مومن جہاں چاہے، اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے۔''

تمیم داریؓ نے بھی غلبۂ دین کے اس وعدے کو جزیرۂ عرب ہی کے تناظر میں سمجھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: 'لا یترك الله بیت مدر ولا وبر الا ادخله الله ھذا الدین بعز عزیز او بذل ذلیل' نقل کرنے کے بعد انھوں نے کہا کہ:

قد عرفت ذلك فی اھل بیتی لقد اصاب من اسلم منھم الخیر والشرف والعز ولقد اصاب من کان منھم کافرا الذل والصغار والجزیة۔(مسند احمد، رقم ۱۶۲۴۴)

''میں نے یہ پیش گوئی اپنے خاندان میں پوری ہوتے دیکھ لی ہے۔ ان میں سے جو اسلام لائے، ان کو تو خیر اور عزت اور شرف ملا، اور جو کافر رہے، ان پر ذلت اور پستی اور جزیہ مسلط کر دیا گیا۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہی روایت امام ابن حبان نے مقداد بن الاسود سے نقل کی ہے اور اس پر یہ عنوان قائم کیا ہے: 'ذکر الاخبار عن اظھار الله الاسلام فی ارض العرب وجزائرھا' (صحیح ابن حبان، رقم ۶۶۹۹)

ایک اور روایت کے مطابق تمیم داری نے قبول اسلام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

یا رسول الله ان الله مظھرك علی الارض کلھا فھب لی قریتی من بیت لحم قال ھی لك۔(ابوعبید، الاموال ۳۶۸)

''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اس ساری سرزمین پر غلبہ عطا فرمانے والے ہیں تو بیت لحم کی بستی مجھے عطا کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا وہ تمھاری ہے۔''

سیدنا عمرؓ نے ایک موقع پر حج میں رمل کے طریقے کے بارے میں فرمایا:

فی ما الرملان الآن والکشف عن المناکب وقد اطا الله الاسلام ونفی الکفر واھله ومع ذلك لا ندع شیئا کنا نفعله علی عھد رسول الله صلی

''اب جبکہ اللہ نے اسلام کو استحکام بخش دیا ہے اور کفر اور اہل کفر کا صفایا ہو چکا ہے، طواف کرتے ہوئے تیز چلنے اور کندھوں کو ننگا کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی، لیکن اس کے باوجود ہم اس طریقے کو ترک نہیں

الله علیه و سلم (مسند احمد، رقم ۳۰۰)

کریں گے جس پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمل کیا کرتے تھے۔''

فارس کی فتوحات کا سلسلہ اختتام کے قریب پہنچا تو سیدنا عمرؓ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں اس وعدے کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کیا:

ان الله بعث محمدا بالهدی ووعد علی اتباعه من عاجل الثواب وآجله خیر الدنیا والآخرة فقال هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون فالحمد لله الذی انجز وعده ونصر جنده الا وان الله قد اهلك ملك المجوسیة وفرق شملهم فلیسوا یملکون من بلادهم شبرا یضیر بمسلم الا وان الله قد اورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم وابناء هم لینظر کیف تعملون۔ (البدایہ والنہایۃ، ۱۲۹۷)

''بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دے کر بھیجا اور ان کی اتباع کرنے پر دنیا اور آخرت، دونوں کے اجر وثواب کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس نے فرمایا کہ 'ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون'۔ سو اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے لشکر کی مدد کی۔ دیکھو، اللہ نے مجوسیوں کے بادشاہ کو ہلاک کر کے اس کی قوم کا شیرازہ توڑ دیا ہے۔ اب وہ اپنے ملک کی ایک بالشت بھی ایسی زمین کے مالک نہیں جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر پہنچا سکتا ہو۔ سنو، اللہ نے تمھیں ان کی سرزمین اور ان کے گھروں اور مالوں اور اولاد کا مالک بنا دیا تاکہ تمہارا امتحان لے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟''

حضرت حذیفہ نے ایک موقع پر فرمایا:

ان الله بعث محمدا فقاتل بمن اقبل من ادبر حتی اظهر الله دینه۔ (ابن ابی داود، کتاب المصاحف ۱/۱۷۶)

''بے شک اللہ نے محمد ﷺ کو معبوث کیا تھا چنانچہ وہ لڑے ان سے جنھوں نے دین قبول کرنے سے گریز کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کے دین کو غالب کر دیا۔''

حسن بصری سورۂ احقاف کی آیت: 'وما ادری ما یفعل بی ولا بکم' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ما فی الآخرة فمعاذ الله قد علم انه فی الجنة حین اخذ میثاقه فی الرسل ولکن قال وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا اخرج کما اخرجت

'اللہ کی پناہ، اس کا تعلق آخرت سے نہیں ہے۔ جب اللہ نے آپ کے بارے میں انبیا سے میثاق لیا تو یقیناً آپ کے علم میں تھا کہ آپ جنت میں جائیں گے۔ یہ جو آپ نے کہا کہ 'ما ادری ما یفعل بی ولا بکم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الانبیاء قبلی او اقتل کما قتلت الانبیاء من قبلی ولا ادری ما یفعل بی ولا بکم امتی المکذبة ام امتی المصدقة ام امتی المرمیة بالحجارة من السماء قذفا ام مخسوف بها خسفا ثم اوحی الیه (واذ قلنا لك ان ربك احاط بالناس) یقول احطت لك بالعرب ان لا یقتلوك فعرف انه لا یقتل ثم انزل الله عزوجل (هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا) یقول اشهد لك علی نفسه انه سیظهر دینك علی الادیان ثم قال له فی امته (وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم وما کان الله معذبهم وهم یستغفرون) فاخبره الله ما یصنع به وما یصنع بامته۔ (تفسیر الطبری، ۸/۲۶)

'(پتہ نہیں میرے اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا) تو اس کا مطلب یہ تھا کہ پتہ نہیں مجھے بھی پہلے انبیا کی طرح مکہ سے نکالا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔ اور یہ بات کہ معلوم نہیں تمھارا کیا بنے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ پتہ نہیں میری امت میری تکذیب کرے گی یا تصدیق؟ اور کیا اس پر آسمان سے پتھر برسیں گے یا اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کہ 'واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس' یعنی میں نے اہل عرب کو اس طرح گھیر رکھا ہے کہ تمھیں قتل نہیں کر سکیں گے۔ اس سے رسول اللہ کو پتہ چل گیا کہ آپ قتل نہیں ہوں گے۔ پھر اللہ نے یہ آیت اتاری: 'ھوالذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شہیدا' یعنی اللہ نے یہ بات اپنے ذمے لے لی ہے کہ وہ آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ پھر آپ کی امت کے بارے میں فرمایا کہ 'وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون' اس طرح اللہ نے آپ کو بتا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور آپ کی امت ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔''

''لیظهره علی الدین کله' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفیبالله شهیدا) یقول اشهد لك علی نفسه انه سیظهر دینك علی الدین کله وهذا اعلام من

''هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہے کہ اس نے یہ بات طے کر رکھی ہے کہ وہ آپ کے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم والذين كرهوا الصلح يوم الحديبية من اصحابه ان الله فاتح عليهم مكة وغيرها من البلدان مسليهم بذلك عما نالهم من الكآبة والحزن بانصرافهم عن مكة قبل دخولهموها وقبل طوافهم بالبيت۔ (تفسیرالطبری، ۱۰۹/۲۶)

اور آپ کے ان ساتھیوں کے لیے جنھوں نے حدیبیہ کی صلح کو ناپسند کیا تھا، اس بات کی اطلاع ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں مکہ اور دوسرے شہروں کی فتح عطا فرمائے گا اور اس موقع پر مکہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے واپس پلٹنے سے انھیں جو دکھ اور غم پہنچا ہے، اس کا مداوا اس طریقے سے کر دے گا۔''

عبداللہ بن سلام نے قتل عثمان کے موقع پر محاصرہ کرنے والوں سے فرمایا:

ان الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بشيرا ونذيرا يبشر بالجنة وينذر بالنار فاظهر الله من اتبعه من المومنين على الدين كله ولو كره المشركون۔ (احمد بن حنبل، فضائل الصحابة ٤٧٦/١)

''اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ جنت کی خوش خبری دیتے اور جہنم سے خبردار کرتے تھے۔ پھر اللہ نے آپ کی پیروی اختیار کرنے والوں اہل ایمان کو تمام ادیان پر غالب کر دیا، اگرچہ مشرکوں کو یہ بات بہت ناپسند تھی۔''

قتادۃ سورۂ صف کی آیت: كونوا انصار الله كما قال عيسى ابن مريم للحواريين کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قد كان ذلك بحمد الله جاء ه سبعون رجلا فبايعوه تحت العقبة وآووه حتى اظهر الله دينه (ابن عبد البر، الاستيعاب ١٤/١)

''اللہ کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے پاس ستر افراد آئے جنھوں نے گھاٹی کے نیچے آپ سے بیعت کی اور آپ کو ٹھکانا فراہم کیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔''

امام شافعی لکھتے ہیں:

قال الله تبارك وتعالى: هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره

'اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

علی الدین کله ولو کره المشرکون ..... فقد اظهر الله عزوجل دینه الذی بعث به رسوله صلی الله علیه وسلم علی الادیان بان ابان لکل من سمعه انه الحق وما خالفه من الادیان باطل واظهره بان جماع الشرك دینان دین اهل الکتاب ودین الامیین فقهر رسول الله صلی الله علیه وسلم الامیین حتی دانوا بالاسلام طوعا وکرها وقتل من اهل الکتاب وسبی حتی دان بعضهم بالاسلام واعطی بعض الجزیة صاغرین وجری علیهم حکمه صلی الله علیه وسلم وهذا ظهور الدین کله۔ قال وقد یقال لیظهرن الله عزوجل دینه علی الادیان حتی لا یدان لله عزوجل الا به وذلك متی شاء الله تبارك وتعالی (الام، ۱۷۱۴)

ولو کره المشرکون۔

چنانچہ اللہ نے اپنے اس دین کو جو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا تھا، تمام دینوں پر غالب کر دیا، اس طریقے سے بھی کہ اس نے سب سننے والوں پر واضح کر دیا کہ یہی دین حق ہے اور اس کے سوا باقی تمام ادیان باطل ہیں، اور اس طرح بھی کہ کفر و شرک کے داعی دو بڑے مذہبی گروہوں یعنی اہل کتاب اور امیین عرب میں سے امیین کو تو جبراً و قہراً قبول اسلام پر مجبور کیا جبکہ اہل کتاب میں سے کچھ کو قتل کیا اور کچھ کو قیدی بنایا، یہاں تک کہ ان میں سے کچھ تو اسلام میں داخل ہو گئے اور باقی نے ذلیل ہو کر جزیہ دینا منظور کر لیا اور آپ کی حکومت کے زیر نگیں آ گئے۔ اس طرح تمام دینوں پر غلبے کا وعدہ پورا ہو گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تمام ادیان پر اس طرح غالب کریں گے کہ کسی دوسرے دین کا کوئی پیروکار باقی نہیں رہے گا اور یہ جب اللہ چاہے گا، تب ہو گا۔''

امام احمد فرماتے ہیں:

کان النبی یدعو الی الاسلام قبل ان یحارب حتی اظهر الله الدین وعلا الاسلام ولا اعرف الیوم احدا یدعی قد بلغت الدعوة کل احد والروم قد بلغتهم الدعوة وعلموا ما یراد منهم وانما کانت الدعوة فی اول الاسلام (ابن قدامه، المغنی، مسئله ۷۴۳۶)

'نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے دین کو غالب کر دیا اور اسلام سربلند ہو گیا۔ میرے خیال میں آج کسی شخص کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ سب تک دعوت پہنچ چکی ہے۔ رومیوں تک بھی دعوت پہنچ چکی ہے اور انھیں معلوم ہے کہ ان سے کیا چیز مطلوب ہے۔ دعوت دینا صرف اسلام کے ابتدائی زمانے میں ضروری تھا۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

امام ابوبکر الجصاص اس وعدے کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقوله تعالى (ليظهره على الدين كله) من دلائل النبوة لانه اخبر بذلك والمسلمون فى ضعف وقلة وحال خوف مستذلون مقهورون فكان مخبره على ما اخبر به لان الاديان التى كانت فى ذلك الزمان اليهودية والنصرانية والمجوسية والصابئة وعباد الاصنام من السند وغيرهم فلم تبق من اهل هذه الاديان امة الا وقد ظهر عليهم المسلمون فقهروهم وغلبوهم على جميع بلادهم او بعضها وشردوهم الى اقاصى بلادهم فهذا هو مصداق هذه الآية التى وعد الله تعالىٰ فيها اظهاره على جميع الاديان (احكام القرآن، ٣/٤٤٢)

''اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل میں سے ایک ہے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس وقت بتائی تھی جب مسلمان ضعف اور قلت اور خوف کی حالت میں لاچار اور دبے ہوئے تھے۔ پھر یہ پیش گوئی بعینہ اسی طرح پوری ہوئی، کیونکہ اس زمانے کے مذہبی گروہ یہی یہود، مسیحی، مجوسی، صابی اور سند وغیرہ کے بت پرست تھے۔ اور ان گروہوں میں سے کوئی گروہ ایسا نہیں تھا جس پر مسلمانوں کو غلبہ نہ نصیب ہوا ہو۔ چنانچہ مسلمانوں نے یا ان کے ہمارے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور یا کچھ علاقے چھین کر انھیں اپنے ملک کے دور دراز کونوں میں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ہے اس آیت کا مصداق جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔''

امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں:

وجاهد فى الله حق الجهاد وقاتل اهل العناد حتى تمت كلمة الله عز وجل وظهر امره وانقاد الناس للحق اجمعين حتى اتاه اليقين لا وانيا ولا مقصرا (الابانة عن اصول الديانة، ص ٣٥)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا جیسے جہاد کرنے کا حق ہے اور معاندین کے ساتھ جنگ کی یہاں تک اللہ کا فیصلہ پورا ہو گیا، اس کا دین غالب ہو گیا اور سب لوگ حق کے مطیع ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کا دم واپسیں آ گیا اور آپ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ آپ نے اپنے فریضے کی ادائیگی میں نہ کوئی سستی دکھائی اور نہ کوتاہی کی۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

امام نووی لکھتے ہیں:

فلما كان الفتح واظهر الله الاسلام على الدين كله واذل الكفر واعز المسلمين سقط فرض الهجرة فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا هجرة بعد الفتح (شرح مسلم، ص ۱۲۰۱)

''پھر جب مکہ فتح ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا، کفار کو ذلیل اور اہل اسلام کو سربلند کر دیا تو ہجرت کا فریضہ ساقط ہو گیا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔''

امام طحاوی لکھتے ہیں:

قوله صلى الله عليه وسلم تاكل القرى اى يغلبونهم على قراهم فيفتحونها وقد كان ذلك منهم عليه حتى اظهر الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم على الدين كله وذلك علم جليل من اعلام نبوته فى اليهود والنصارى (المعتصر من المختصر، ۲۰۴/۲)

''نبی صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے: تاکل القری یعنی اہل ایمان کفار کے علاقوں پر غالب آ جائیں گے اور انھیں فتح کر لیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ اور یہ چیز یہود و نصاریٰ کے حق میں آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک عظیم دلیل ہے۔''

امام ابن تیمیہ نے بھی اس کی تفسیر ایک وعدے کی حیثیت سے کی ہے جو بالفعل پورا ہو چکا ہے:

ثم استخلف عمر فقهر الكفار من المجوس واهل الكتاب واعز الاسلام ومصر الامصار وفرض العطاء ووضع الديوان ونشر العدل واقام السنة وظهر الاسلام فى ايامه ظهورا بان به تصديق قوله تعالى هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا وقوله تعالى وعد الله الذين آمنوا

''حضرت ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ بنے اور انھوں نے کفار میں سے مجوس اور اہل کتاب کو زیر نگیں بنایا، اسلام کو سربلند کیا، شہر آباد کیے، وظائف مقرر کیے، دیوان قائم کیا، عدل گستری کی، اور سنت کو قائم کیا۔ ان کے دور حکومت میں اسلام کو ایسا غلبہ نصیب ہوا جس سے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی صداقت آشکارا ہو گئی جو ان آیات میں بیان ہوا ہے: ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شہیدا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ..... الفاسقون وقول النبی صلی الله علیه وسلم اذا هلك کسری فلا کسری بعده واذا هلك قیصر فلا قیصر بعده والذی نفی بیده لتنفقن کنوزهما فی سبیل الله فکان عمر رضی الله عنه هو الذی انفق کنوزهما (مجموع الفتاویٰ، ۲۹۸/۲۵)

(وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناپسند ہو)۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک میں اقتدار بخشے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو اقتدار بخشا جو ان سے پہلے گزرے.....۔ وہی لوگ نافرمان ہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے: (جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، ان دونوں بادشاہوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے۔) یہ سیدنا عمر ہی تھے جنھیں ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔"

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مزید لکھتے ہیں:

قوله "قالت الامامیة: فالله یحکم بیننا وبین هولاء وهو خیر الحاکمین" فیقال للامامیة ان الله حکم بینهم فی الدنیا بما اظهره من الدلائل والبینات وبما یظهره اهل الحق علیکم فهم ظاهرون علیکم بالحجة والبیان وبالید واللسان کما اظهر دین نبیه علی

''معترض کا یہ قول کہ امامیہ کہتے ہیں کہ ہمارے اور ان کے مابین اللہ ہی فیصلہ کرے گا، اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، تو اس کے جواب میں امامیہ سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے مابین اپنے ظاہر کردہ دلائل و بینات کے ذریعے سے اور اہل حق کو تم پر غلبہ دے کر فیصلہ کر دیا ہے، چنانچہ اہل حق دلیل و برہان اور طاقت اور زبان، ہر لحاظ سے

سائر الاديان ۔ قال تعالیٰ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و من کان دینه قول اهل السنة الذی خالفتموهم فیه فانه ظاهر علیکم بالحجة و اللسان کظهور دین محمد صلی الله علیه وسلم علی سائر الادیان ولم یظهر دین محمد صلی الله علیه وسلم قط علی غیره من الادیان الا باهل السنة کما ظهر فی خلافة ابی بکر و عمر وعثمان رضی الله عنهم ظهورا لم یحصل لشئ من الادیان و علی رضی الله عنه مع انه من الخلفاء الراشدین ومن سادات السابقین الاولین لم یظهر فی خلافته دین الاسلام بل وقعت الفتنة بین اهله و طمع فیهم عدوهم من الکفار و النصاری والمجوس بالشام و المشرق (الذهبی، المنتقیٰ من منهاج السنة النبویة، ص ۱۸٤)

بالادست ہیں، ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے دین کو تمام انبیا پر غالب کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے)۔ جو لوگ اہل سنت کے دین کے، جس کے تم مخالف ہو، پیروکار ہیں، وہ ایسے ہی تم پر حجت واستدلال میں غالب ہیں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان پر غالب ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دوسرے ادیان پر اہل سنت ہی کے ہاتھوں غالب ہوا جیسا کہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں اس کو ایسا غلبہ نصیب ہوا جس دنیا کے کسی دین کو نہیں ہوا۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ اگرچہ خلفاے راشدین میں سے اور سابقین اولین کے بزرگوں میں سے تھے، لیکن ان کے عہد خلافت میں اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہوا بلکہ خود اہل اسلام کے مابین جنگ وجدال برپا ہو گیا اور ان کے دشمن کفار اور شام اور مشرق کے نصاریٰ اور مجوس ان کو نقصان پہنچانے کا خواب دیکھنے لگے۔''

ابن کثیر فرماتے ہیں:

هذا وعد من الله تعالیٰ لرسوله صلوات الله و سلامه علیه بانه سیجعل امته خلفاء الارض ای ائمة الناس و الولاة علیهم و بهم تصلح

''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ آپ کی امت کو زمین کے حکمران اور اصحاب اقتدار بنائے گا، ان کے ذریعے سے ان ملکوں میں صلاح پیدا ہوگی، لوگ ان کے مطیع ہو جائیں گے اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

البلاد وتخضع لهم العباد وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا وحكما فيهم وقد فعله تبارك وتعالى وله الحمد والمنة ..... ثبت فی الصحیح ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله زوی لی الارض فرایت مشارقها ومغاربها وسیبلغ ملك امتی ما زوی لی منها فهانحن نتقلب فی ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله (البدایه والنهایه ۳/ ۳۰۰، ۳۰۱)

اللہ ان کے خوف کی جگہ انھیں امن اور لوگوں پر حکومت کا موقع عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا کر دیا اور وہی تعریف اور احسان کا سزاوار ہے۔.... صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی اور میں نے اس کے مشرق اور مغرب کے علاقے دیکھے اور میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین سمیٹ کر مجھے دکھائی گئی۔ تو دیکھو، اب ہم اللہ اور رسول کے بیان کردہ موعودہ علاقوں میں چل پھر رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔''

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"قال الله تعالی : لیظهره علی الدین کله وایں وعده بنا بر حکمت الٰهی در زمان آنحضرت بظهور نرسید لاجرم خلفا را بعد آں حضرت صلی الله علیه وسلم منصوب ساخت تا آں موعود منجز گردد" (ازالة الخفاء ۲۰/۱)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پورا نہیں ہو سکا، اس لیے لازمی طور پر اس نے آپ کے بعد خلفاے راشدین کو مقرر کیا تاکہ یہ وعدہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔''

دور اول کے اہل علم کے ہاں آیت کا یہ مفہوم عمومی طور پر واضح ہے، البتہ امام شافعی نے بالکل سرسری طور پر یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب اللہ چاہے گا، اسلام کا غلبہ پوری دنیا پر قائم ہو جائے گا۔ بعد کے مفسرین کے یہاں اس بات نے من جملہ دیگر اقوال کے ایک قول کی جبکہ متاخرین کے ہاں اس ایک قول نے بھی رفتہ رفتہ 'واحد' قول کی شکل اختیار کر لی اور عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا کہ اس وعدے کا عملی ظہور امام مہدی کے ظہور اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کے موقع پر ہوگا۔ ہم نے قرآن مجید میں ان آیات کے سیاق وسباق کی روشنی میں اس وعدے کا جو محل بیان کیا ہے، اس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سے واضح ہے کہ یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے حوالے سے اللہ کے اسی غیر متبدل قانون کا بیان ہے جس کے مطابق پیغمبر اور اس کے ساتھی بہرحال اپنے مخالفین پر غالب آ کر رہتے ہیں۔ غلبہ دین کا یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اصلاً جزیرۂ عرب کے حدود میں کیا تھا اور یہ چونکہ آپ کے منصب رسالت کا لازمی تقاضا تھا، اس لیے اس کی تکمیل آپ کی ذات کی حد تک آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو گئی تھی۔ اس کے بعد صحابہ کرام کو جو فتوحات حاصل ہوئیں، وہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہونے والے غلبے کی توسیع اور تکمیل تھیں، اس لیے وہ بھی ضمناً اس کا مصداق قرار پاتی ہیں، لیکن زمان و مکان کے اس مخصوص دائرے سے باہر نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نصرت کا کوئی وعدہ ہے اور نہ اس سے نظری سطح پر کوئی آفاقی ہدف اخذ کیا جا سکتا ہے۔

(باقی)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com